قرآنِ مُبین

۲۱ (21)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن

بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مُبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔اے آنرز۔ ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

"شہادۃ العلامۃ معادلۃ دکتورا" من علماء الازہر

مترجم اصولِ کافی در انگریزی مطبوعہ ایران وپاکستان

ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان۔ پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ____ 'میزان فاؤنڈیشن' ____ 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

① ____ آسان ترین واضح اردو ترجمہ۔ روزمرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

② ____ بڑے بڑے جلی حروف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت۔

③ ____ ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

④ ____ احادیث رسولؐ وائمہؑ معصومین کے مکمّل حوالوں کے ساتھ۔

⑤ ____ ترجمہ میں معنیٰ اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

⑥ ____ ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

⑦ ____ شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔

⑧ ____ شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

⑨ ____ صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

⑩ ____ تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسّرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسّرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے۔

www.drhasanrizvi.org

اشاریہ پارہ نمبر۲۱ "اتل مآاوحی"

بقیہ سورہ عنکبوت (مکڑی کے ذکر والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	نماز کی اہمیت اور فوائد	۱۴۳۹
۲	بحث و مباحثہ کا طریقہ اور صاحبانِ ایمان اہل کتاب کی تعریف	۱۴۴۰
۳	حضورؐ کے نہ لکھنے کا سبب اور قرآن صاحبانِ علم کے سینوں میں ہوتا ہے	۱۴۴۲
۴	عذاب نہ آنے کا سبب اور کافروں کو جہنم اب بھی گھیرے ہوتے ہے	۱۴۴۴
۵	موت لازمی ہے اور مومنین کی موت کا نقشہ	۱۴۴۶
۶	روزی اللہ دیتا ہے اور روزی دینے کے انتظامات کی تفصیلات	۱۴۴۷
۷	دنیاداری کی زندگی اور حقیقی زندگی کا موازنہ اور انسان کی ناشکری	۱۴۴۸
۸	مکہ کا ذکر اور سب سے بڑا گناہگار کون ہے؟	۱۴۵۰
۹	کوشش کرنے والوں کو ہم خود راستہ دکھاتے ہیں	۱۴۵۱

(سورہ روم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	رومیوں کی فتح کی پیشن گوئی	۱۴۵۲
۲	اللہ کی نشانیاں اور دلیلیں اور منکروں کا انجام	۱۴۵۸-۱۴۵۳
۳	عذابِ الٰہی سے بچنے کا طریقہ	۱۴۵۷
۴	مرد عورت کی تخلیق کے عجائبات	۱۴۵۹
۵	زمین و آسمان اور رات دن کی تخلیق کے عجائبات	۱۴۶۰
۶	خدا کی شان بان۔ مثل اعلیٰ اور توحید پر استدلال	۱۴۶۳
۷	عقل کی مخالفت اور خواہشات کی پیروی کرنے کا بُرا انجام	۱۴۶۴
۸	اللہ کی طرف یکسوئی کے ساتھ متوجہ رہنے کا حکم اور فرقہ واریت کی مذمت	۱۴۶۵
۹	رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں کو ان کا حق دینے کا حکم	۱۴۶۸
۱۰	سُود کی مذمت	۱۴۶۹
۱۱	خدا کی قدرت و حکمت کے دلائل اور اس کے احسانات و عجائبات	۱۴۷۲، ۱۴۸۲، ۱۴۸۸، ۱۴۹۳ و ۱۴۹۴
۱۲	ظالموں کا بُرا انجام	۱۴۷۶
۱۳	خدا کب مہر لگا دیا کرتا ہے؟	۱۴۷۸

www.drhasanrizvi.org

(سورہ لقمان)

۱	سیدھے راستے والے جو مکمل کامیاب ہیں اور فضول باتوں سے بچنے کا حکم	۱۴۷۹
۲	لقمانؑ کا ذکر اور ان کی حکمت کا بیان اور اُن کی نصیحتیں	۱۴۸۳
۳	ماں باپ کا حق اور قانون مکافاتِ عمل	۱۴۸۴
۴	تکبّر سے بچو، شریفانہ چال چلو۔ دھیما بولو	۱۴۸۶
۵	جس نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا	۱۴۸۹
۶	معرفتِ خداوندی اور کلماتِ الٰہی کا لامحدود ہونا	۱۴۹۱
۷	انسان کی ناشکری	۱۴۹۵

(سورہ سجدہ)

۱	معرفت خداوندی۔ خدا کے انتظامات اور اس کی تفصیلات کا اوپر پیش ہونا	۱۴۹۸
۲	انسان کی تخلیق۔ موت۔ اور خدا کی طرف پلٹنا	۱۴۹۹
۳	امتحان غرضِ تخلیق ہے۔ جبراً ایمان لانا مقصود نہیں	۱۵۰۱
۴	خدا سے ملاقات کو بھلانے کا انجام اور آیتِ سجدہ اور ایمان داروں کی اعلیٰ خصوصیات۔	۱۵۰۲
۵	برے کام کرنے والوں کا انجام بڑی سزا سے پہلے چھوٹی اور قریب والی سزا اور سب سے بڑا ظالم کون۔	۱۵۰۵
۶	امامت پر تفصیلی بحث	۱۵۰۶
۷	خدا کی قدرت کے عجائبات۔ فتح یا فیصلے کے بعد ایمان لانا بے کار ہے	۱۵۰۸

سورہ احزاب (تمام پارٹیوں والا سورہ)

۱	کسی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے	۱۵۱۰
۲	منہ بولے بیٹے بیٹیوں کے بارے میں احکامات	۱۵۱۱
۳	پیغمبرؐ کے اختیارات اور پیغمبروںؑ سے عہد لینا	۱۵۱۲
۴	جنگِ احزاب میں مسلمانوں کے خوف کا عالم	۱۵۱۴
۵	رسولؐ کی زندگی بہترین نمونہ اور مومنین کی شجاعت	۱۵۱۹
۶	غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کی فتح اور حضرت علیؑ کی فضیلت	۱۵۲۰
۷	رسولؐ کی بیویوں کو جانے کی اجازت اور دوہری سزا کی وارننگ	۱۵۲۲

www.drhasanrizvi.org

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵

پڑھ کر سُناتے رہیئے یہ کتاب جو آپؐ پر
'وحی' کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے' اور نماز کو
پابندی سے اَدا کرتے رہیئے (کیونکہ) حقیقتاً
نماز 'فحش' گندے' بُرے کاموں سے روکتی ہے۔[۱]
اور حقیقتاً اللہ کو یاد رکھنا اِس سے بھی زیادہ
بڑی چیز ہے (یا) (نماز پڑھنے کی وجہ سے) اللہ
کا تمھیں یاد کرنا' تمھاری اِس نماز سے کہیں
زیادہ بڑی چیز ہے۔ (کیونکہ جب بندہ نماز کے
ذریعہ یا کوئی اَچھے کام کرکے' یا برائی سے خود
کو روک کر خدا کو یاد کرتا ہے تو خدا بھی اَپنے
بندے کو یاد فرماتا ہے۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے
جب تم مجھے یاد کروگے' تو میں بھی تم کو یاد
کروں گا۔ کیونکہ) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُسے

---

[۱] حضور اکرمؐ نے فرمایا "جب تک نماز کسی کو بے حیائی اور بدکاری سے نہیں روکتی خدا سے اس کی دوری بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۶ بحوالہ تفسیر قمی، تفسیر مجمع البیان)

ایک نوجوان جو آنحضرتؐ کے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا۔ لیکن گناہوں کا ارتکاب بھی کرتا تھا۔ یہ واقعہ آنحضرتؐ کے سامنے بیان ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ "ایک دن نماز اسے گناہ سے روک دے گی"۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس نے گناہ سے توبہ کر لی۔ (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی)

اس کا فلسفہ یہ ہے کہ نماز کی طبعی خصوصیت عظمت الہیٰ کا استحضار ہے، وہ بھی بار بار۔ یعنی خدا کی بڑائی کا احساس اور اس کا دل و دماغ میں حاضر ہونا انسان کو برائی سے روک دیتا ہے۔ جس طرح پتھر پر اگر پانی کا قطرہ بار بار گرتا ہے تو اپنا نشان چھوڑ جاتا ہے اسی طرح بار بار ذکر خدا کی ضربیں قلب پر اپنا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتیں۔ بقول اقبال

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ

خُوب جانتا ہے ﴿۴۵﴾

اور اہلِ کتاب سے بحث مباحثہ نہ کیا کرو،
مگر اَیسے طریقے سے کہ جو بہتر سے بہتر، عُمدہ اور
مہذّب طریقہ سے ہو۔ سوا اُن لوگوں کے جو اُن
میں سے ظالم ہوں (یعنی ہر حال میں تم اُن سے
میٹھے اور نرم انداز میں گفتگو کرو، لیکن اگر وہ
اسے تمھاری شرافت کے بجائے کمزوری سمجھ بیٹھیں،
تو اَیسے ظالموں سے اُنھیں کی زبان اور لب ولہجہ
میں بات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اُن سے
اِس طرح بحث کروئے کہ اُن سے کہو) کیونکہ ہم نے
اُس چیز کو اَپنے دل کی گہرائیوں سے مان لیا
ہے جو چیز کہ ہماری طرف بھیجی گئی ہے، اور اُس
چیز کو بھی (دل سے مان لیا ہے) جو تمھاری طرف

لے عرفاء صوفیاء نے نتیجہ نکالا کہ مخالف کے ساتھ اول نرمی برتی جائے، جب ضد، حق دشمنی، جہالت ظاہر ہونے لگے تو سختی سے روک دے۔ یہی سبب ہے کہ اہل اللہ مخالفین حق کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں اور طالبین حق کے ساتھ دوسرا سلوک روا رکھتے ہیں۔ بقول اقبال

ہو محفل احباب تو ریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اس آیت نے جہاد کا حکم منسوخ کردیا ہے۔ مگر یہ بات بالکل بے بنیاد ہے (تبیان)۔

آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ بحث مباحثے میں ظالمانہ رویہ اختیار نہ کیا جائے ہٹ دھرمی چیخ وپکار، طنز اور فقرے بازی کے اوچھے ہتھیار استعمال نہ کئے جائیں۔ معقول دلائل، دھیمی آواز اور افہام و تفہیم سے کام لیا جائے۔ بقول اقبال

غرور زہد نے سکھا دیا ملا کو
کہ مرد سادہ پہ اپنی زبان دراز کرے

***

www.drhasanrizvi.org

بھیجی گئی تھی (کیونکہ بہرحال) ہمارا خدا اور تمھارا خدا ایک ہی تو ہے۔ اور ہم اُسی خدا کے 'مُسلم' (یعنی) تسلیم کرنے والے فرماں بردار ہیں۔[1] (مقصد یہ ہے کہ گمراہی اور اِختلاف کو بحث کا نقطۂ آغاز نہ بناؤ بلکہ حق و صداقت کے اُن اَجزاء سے بات کو شروع کرو جو تم میں اور اُن میں مُشترک ہیں) ﴿۴۶﴾ اور اِسی طرح ہم نے تمھاری طرف کِتاب اُتاری ہے اور (اِسی لئے) وہ لوگ جنھیں ہم نے پہلے کِتاب دی تھی[2]، وہ اِس کو دل سے مان کر ایمان لاتے ہیں۔ اور اُن میں بہت سے اَیسے بھی ہیں، جو اِس پر اِیمان لے آئیں گے۔ (کیونکہ) ہماری باتوں، نشانیوں، دلیلوں اور آیتوں کا جان بُوجھ کر اِنکار صرف

اِلٰـهُنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَمَا يَجْحَدُ

---

[1] یعنی ہم مسلمان تو خدا کے حکم کے بندے ہیں ۔ ملک ، قوم ، نسل یا فرقہ بندیوں کے بندے نہیں ۔ بقول اقبال ۔
مومن تو فقط حکم الٰہیٰ کا ہے پابند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
غرض بحیثیت خدا کے تابعدار ہونے کے ہم خدا کے ہر حکم اور اس کی ہر کتاب اور اس کے ہر نبی کو مانتے ہیں ، خواہ وہ تمہارے پاس آئے ہوں یا ہمارے پاس (تفہیم) ۔

***

[2] امام رازی نے لکھا یہاں اہل کتاب سے مراد وہ انبیاءؑ ہیں جن کو کتاب عطا کی گئی تھی کہ وہی اصل اہل کتاب ہیں ۔ (تفسیر کبیر) یا یہاں مراد وہ اہل کتاب ہیں جو آسمانی کتابوں کا واقعی صحیح علم رکھتے ہیں ۔ اسی لئے وہ جاہلانہ متعصبانہ ضد سے کام نہیں لیتے اور قرآن کو خدا کی کتاب تسلیم کرتے ہیں (تفہیم) ۔

***

www.drhasanrizvi.org

بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ
بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾
بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ
وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

وہی لوگ کرتے ہیں جو حق یا اَبدی حقیقتوں کے
مُنکر (کافر) ہیں ﴿۴۷﴾
آپؐ نہ تو اِس (قرآن) سے پہلے کوئی کِتاب
پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہی کرتے
تھے۔ اگر آپؐ نے ایسا کیا ہوتا، تو باطل پرست
شک میں پڑ سکتے تھے۔ (کہ شاید یہ قرآن بھی
آپؐ نے خود ہی لکھ لیا ہے[1]) ﴿۴۸﴾ بلکہ حقیقت یہ
ہے کہ (یہ قرآن ہماری) کھُلی ہوئی دلیلیں،
نِشانیاں اور آیتیں ہیں، اُن لوگوں کے سینوں اور
ذہنوں میں جنھیں عِلم عطا کیا گیا ہے[2]۔ اور ہماری
دلیلوں، باتوں اور آیتوں کا جان بُوجھ کر اِنکار
نہیں کرتے، مگر صرف ظالم ضِدّی گُناہگار لوگ ﴿۴۹﴾
اُنھیں نے کہا کہ: "اِس شخصؐ پر اُس کے پالنے

۱ ایک امی پر (یعنی جس نے بظاہر کسی سے نہ پڑھا ہو) ایسی کتاب کا ظاہر ہونا جو تمام اعلیٰ درجے کے علوم کی جامع ہو، معجزہ نہیں تو کیا ہے؟ اور خدا کا داہنے ہاتھ کا خصوصیت سے ذکر کرنا بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی لکھا نہ تھا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۷)

سوال یہ ہے کہ کسی آسمانی کتاب نے کسی نبی کے لئے اس بات پر زور نہیں دیا کہ وہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر قرآن میں ہمارے رسولؐ کے لئے بار بار اس پر زور دیا جاتا ہے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا "ہر زمانے کے نبی کو اس زمانے کے لحاظ سے معجزات دیئے گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادو کا زور تھا تو جادو شکن معجزہ دیا گیا۔ یہاں تک کہ خود جادوگروں نے تسلیم کر لیا کہ یہ جادو نہیں معجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں یونانی طب کا زور تھا اس لئے وہ مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندگی بخش سکتے تھے، جو طب کے بس کی بات نہیں۔ ہمارے رسولؐ کے زمانے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا
الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰
اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱

والے مالک کی طرف سے کوئی خاص معجزہ کیوں
نہیں اُتارا گیا ؟" آپؐ کہئے کہ "نشانیاں یا معجزے
تو اللہ کے پاس ہیں ۔ اور میں تو صِرف (اور صِرف
واضح طور پر (بُرے کام کے بُرے انجام سے) کھلا
ہوا خبردار کرنے والا (اللہ کے عذاب کے آنے
سے پہلے' اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں" ۝۵۰
تو کیا اُن لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم
نے آپؐ پر یہ کتاب اُتاری جو اَب اُن کے سامنے
پڑھی جاتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں رحمت'
نصیحت اور یاددہانی ہے اُن لوگوں کے لئے جو
اَبدی حقیقتوں کو دل سے مان کر ایمان لائیں ۝۵۱ ع ۵ ۱
آپؐ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان
اللہ گواہ ہونے کے لئے (بہت) کافی ہے (کیونکہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

میں عربوں میں شجاعت اور فصاحت کا رواج تھا ۔ شجاعت کا جواب تو علی اور ذوالفقار علیؑ سے دیا گیا اور فصاحت کا جواب قرآن سے دیا گیا۔ اب کیونکہ رسولؐ کا اعجاز قرآن تھا اور یہ زندہ معجزہ تھا، اس لئے اس بات پر زور دینا ضروری ہوا کہ رسولؐ لکھنا نہیں جانتے اور اب قرآن سنا رہے ہیں ۔ تو یہ ثبوت ہے کہ وحی الہیٰ سنا رہے ہیں ۔ اور جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ تعلیم زبانی سے پڑھ رہے ہیں ۔ (فصل الخطاب)

۲؎ خدا کا یہ فرمانا کہ " بلکہ قرآن روشن آیتیں ہیں جو محفوظ ہیں ان کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے " سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ کاغذ پر لکھے حروف قرآن نہیں ہوتے بلکہ قرآن وہ ہے جو خاص اشخاص کے سینوں میں محفوظ ہے ۔ اب وہ سینے کون ہیں ؟ تو رسولؐ خدا نے فرمایا " میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ۔ اللہ کی کتاب اور اپنے اہلبیتؑ " یہی وہ سینے ہیں جو قرآن کے حامل ہیں اور جن کو خدا کا علم عطا فرمایا گیا ہے، جو ائمہ اہلبیت ہیں ۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم وتفسیر مجمع البیان از بیان امام محمد باقرؑ)

***

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ
الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

وہ اُسے بھی جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور اُسے بھی جو زمین میں ہے۔ اور (یہ بھی کہ) جو لوگ باطل کو دِل سے مانتے ہیں اور اللہ کا اِنکار کرتے ہیں، وہی لوگ (صحیح معنی میں) نقصان اُٹھانے والے ہیں ﴿۵۲﴾ یہی لوگ ہیں جو تم سے (اللہ کے عذاب کو) لانے کی جلدی مچا رہے ہیں[1] اگر ایک مُقرّرہ مدّت (یا) ایک وقت مُقرّر نہ کر دیا گیا ہوتا، تو اُن پر کب کا عذاب آچُکا ہوتا (اور اُن کا تیا پانچا ہو چُکا ہوتا) اور بہرحال وہ (عذاب) اُن پر لازمی طور پر آکر ہی رہے گا، وہ بھی اچانک، اِس حال میں کہ اُن کو اُس کے آنے کی کچھ خبر تک نہ ہو گی (البتہ فی الحال یہ تری بربادیوں کے مشورے ہیں

[1] بار بار تمام انبیاء سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ معجزات صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ انبیاء ائمہ بغیر اذن الہیٰ کے کچھ نہیں کرتے میرے والد محترم نے مجھے خود سنایا ہے کہ وہ نجف کسی خاص مقصد کے لئے گئے۔ مہینوں دعا کرتے رہے کچھ اثر نہ ہوا۔ تو سوچا نہ معلوم علی مرتضیٰؑ کو میرے آنے کی خبر بھی ہے یا نہیں؟ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؑ نہایت غصہ کے عالم میں تشریف لائے اور فرمایا "ہماری نگاہ ہر وقت اذن الہیٰ پر ہوتی ہے جب تک وہاں سے اجازت نہ ملے میں کچھ نہیں کر سکتا" اور تشریف لے گئے۔

***

www.drhasanrizvi.org

یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمُحِیۡطَۃٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿ۙ۵۴﴾

یَوۡمَ یَغۡشٰہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِہِمۡ وَ یَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾

آسمانوں ہیں) ﴿۵۳﴾ وہ آپؐ سے اللہ کے عذاب کے آنے کی پھر جلدی مچا رہے ہیں[1]، جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ جہنّم اُن کافروں، حق کے مُنکروں کو (پہلے ہی سے) گھیرے میں لے چکی ہے (کیونکہ اصل جہنّم گُناہ ہیں جو اُن کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ موت کیونکہ کشفِ حقائق کا نام ہے اس لئے مَرتے ہی یہ حقیقت اُن پر عیاں ہوجائے گی[2]) ﴿۵۴﴾ جس دن یہی عذاب اُنھیں اُوپر سے بھی چھا کر ڈھانپ لے گا، اور پَیروں کے نیچے سے بھی (اُنھیں جکڑ لے گا) پھر اُن سے کہا جائے گا کہ "اَب چکھّو مزہ اُن کرتُوتوں، اُن بُرے کاموں کا، جو تم کیا کرتے تھے" ﴿۵۵﴾

اَے میرے بندو جو خدا و رسولؐ کو دِل

---

[1] یعنی بار بار چیلنج کے انداز میں مطالبہ پر مطالبہ کر رہے ہیں کہ اگر تم سچے رسول ہو اور ہم واقعی حق کو جھٹلا رہے ہیں، تو ہم پر وہ عذاب کیوں نہیں لے آتے جس کے ڈراوے تم ہمیں دیا کرتے ہو۔ (تفہیم)۔

***

[2] عارفین نے نتیجہ نکالا کہ اصل جہنم تو کفر و معصیت (گناہ) ہے آخرت میں تو صرف اور صرف اتنا ہوگا کہ حقیقتیں منکشف ہو جائیں گی۔ علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں لکھا کہ میں عالم خیال میں جہنم میں پہنچ گیا تو وہاں سوا ایک صحرا کے کچھ نہ تھا میں نے ملائیکہ جہنم سے پوچھا کہ یہ کیسی جہنم ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے یہاں کوئی آگ نہیں سلگائی۔ یہاں کا اصول ہی یہ ہے کہ جو آتا ہے اپنی آگ خود اپنے ساتھ لاتا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

سے مان کر ایمان لائے ہو ! میری زمین بہت
وسیع ہے۔[۱] پس تم اکیلی میری ہی بندگی (مکمّل
اطاعت) کیا کرو ۵۶ (کیونکہ) ہر "متنفّس" (یعنی)
ہر شخص کو مَوت کا مَزہ (ضرور) چکھنا ہے۔ اور
پھر تم سَب ہماری طرف پلٹا کر لائے جاؤ گے ۵۷
اَب جِن لوگوں نے خدا و رسولؐ کو دِل سے مانا
(ہوگا) اور اُنھوں نے نیک کام بھی کئے (ہوں
گے) اُن کو ہم جنّت کے اُونچے اُونچے درجوں
میں (یا) جنّت کی بلند و بالا عمارتوں اور
بالا خانوں میں جگہ دیں گے، جِن کے نیچے سے
نہریں رَواں دَواں ہوں گی۔ اور وہ وہاں
ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کِتنا اَچھّا اور کیسا عُمدہ
ہے اَجر عمل[۱] کرنے والوں کا ! ۵۸ جنھوں نے

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ
فَاعْبُدُوْنِ ۝۵۶
كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۵۷
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸

---

[۱] علماء نے نتیجہ نکالا کہ جہاں کفر گناہ ظلم کی شدت ہو اور خدا پرستی کا موقع نہ ملے وہاں سے مومن کو چلا جانا چاہیئے۔ کھانے پینے کی فکر نہیں کرنی چاہیئے کہ خدا کی زمین وسیع ہے۔ عرفاء نے نتیجے نکالے (۱) دنیا کو بہرحال چھوڑنا ہی ہے۔ خدا کے لئے کیوں نہ چھوڑا جائے تاکہ ابدی نعمتوں کا استحقاق بن جائے۔ اس لئے جب تمھیں کسی شہر میں خدا کی عبادت کرنا ممکن نہ ہو تو ہجرت کر جاؤ۔ (۲) تم بدکار بادشاہوں کی اطاعت نہ کرو۔ اگر تمھیں خوف ہو کہ وہ ایذا پہنچائیں گے تو کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ (تفسیر قمی) (۳) جب اس ملک میں جہاں تم ہو خدا کی نافرمانی (علیٰ الاعلان) ہونے لگے تو تم وہاں سے نکل کر کسی دوسرے ملک چلے جاؤ۔ (تفسیر مجمع البیان)
(۴) حضور اکرمؐ نے فرمایا "جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے وہ جنت کا مستحق ہے اور وہاں حضرت ابراہیمؑ اور جناب رسول خدا کی رفاقت میں رہے گا"۔ (الجوامع)

***

www.drhasanrizvi.org

صبر(۲) و برداشت سے بھی کام لیا، اور جو(۳) اپنے پالنے والے مالک پر بھروسہ بھی کرتے ہیں[1] (۵۹) اور کتنی چلنے پھرنے والی مخلوق ہے جو اپنی روزی یا غذا خود اُٹھائے نہیں پھرتی۔ اللہ ہی اُن کو روزی دیتا ہے۔ (کیونکہ) وہی تمھارا رازق ہے۔ وہی سب کچھ سُننے والا بھی ہے، اور سب کچھ جاننے والا بھی ہے[2] (۶۰) اور اگر اُن سے پُوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور سُورج اور چاند کو کس نے قابُو کرکے کام میں لگا دیا ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ: "اللہ نے" تو پھر یہ کدھر سے دھوکا کھائے چلے جا رہے ہیں؟ (یا) پھر یہ کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہیں؟ (۶۱) اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۵۹)
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۰)
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۖ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۶۱)

---

[1] صبر کی وجہ سے اللہ پر توکل ہوگا۔ اور اس کی فکر نہ ہوگی کہ ہجرت کے بعد کھانا پینا کہاں سے ملے گا؟ دوسرے جو وقتی تکلیف ہوگی اس کو برداشت کر سکے گا۔ سب سے بڑی بات جو اللہ والوں میں ہوتی ہے وہ یہ کہ وہ چھوٹی بڑی ہر چیز کو اللہ پر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح چھوٹے چھوٹے معبودوں کے پھیر میں پڑ کر اپنی قوتیں برباد نہیں کرتے (ماجدی)

* * *

[2] عرب بھوک کے خوف سے اپنی اولاد تک کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اسی لئے یہ آیت اتری۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۷ بحوالہ تفسیر قمی) بعض نے کہا جب ہجرت کا حکم ہوا تو ہم نے کہا کہ ہم ایسے شہر کیوں جائیں جہاں ہمارے گزارے کا سامان نہ ہو۔ تو اس پر یہ آیت اتری۔ بے صبرے انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ کچھ نہیں تو کم سے کم جانوروں کی حالت پر غور کر لو کہ وہ کب اپنا رزق اٹھائے پھرتے ہیں مگر کبھی بھوکے نہیں مرتے۔ تو اب خدا کیا انسان کے لئے جانوروں کے برابر بھی اہتمام نہ کرے گا؟

* * *

www.drhasanrizvi.org

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ

ہے رِزق وسیع کر کے بڑھا دیتا ہے، اور جِس کا چاہتا ہے رِزق تنگ یا کم کر دیتا ہے (کیونکہ) حقیقتاً خدا ہر چیز کا اچھّی طرح سے جاننے والا ہے ﴿۶۲﴾ اَب اگر تم اُن سے پُوچھو کہ کِس نے آسمان سے پانی برسایا؟ اور اُس کے ذریعہ سے مُردہ پڑی ہوئی زمین کو زندہ کر دکھایا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ: "اللّٰہ نے"۔ آپؐ کہئے اللّٰہ کا شُکر (یا) تمام تعریفیں اللّٰہ کے لئے ہیں۔ مگر اُن میں کے اکثر لوگ عقل سے کام ہی نہیں لیتے[1] ﴿۶۳﴾ ع

اور یہ دُنیوی (یعنی) دُنیا داری کی زندگی کچھ بھی تو نہیں ہے مگر کھیل تماشا اور دل کا بہلاوا۔ حقیقتاً آخرت کی دُوسری زندگی کا گھر

[1] قرآن میں بار بار یہ بات بتلائی گئی ہے کہ مشرکین خدا کو جانتے مانتے ہیں مگر جو چیز نہیں سمجھتے وہ یہ ہے کہ (۱) کائنات کا سارا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے لہذا (۲) یہ ساری امیدیں اور خوف صرف اسی سے وابستہ کیا جائے (۳) اور صرف اسی سے مدد یا دعا مانگی جائے۔ اور (۴) کسی کو اس کے برابر نہ سمجھا جائے اور (۵) نہ اسے کسی چیز کا محتاج سمجھا جائے۔ (۶) بندگی خالص اسی کی کی جائے۔

غرض اس اقرار سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ ایسے اقرار کرنے والے کے نزدیک بارش کا دیوتا اور زراعت کا دیوتا الگ الگ نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

ہی اَصل زِندگی ہے۔ کاش وہ لوگ یہ بات جان لیتے (۶۴)[۱] جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اَپنے دِین (یعنی) طریقۂ زندگی کو خدا کے لئے خالص کر کے (یا) خدا کا خالص اعتقاد کر کے اُسی سے دُعا مانگتے ہیں (یا) جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو (صرف) اللہ ہی سے دُعا کرتے ہیں، خالِص اُسی کی عبادت کرتے ہوئے۔ مگر اِس کے بعد جب وہ اُنھیں بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو اچانک دُوسرے ہی لمحہ سے وہ لوگ شِرک کرنے لگتے ہیں[۲] (۶۵) تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات کی نعمت کا اِنکار کر دیں، اور دُنیا کی زندگی کے خوب مزے لُوٹیں۔ خیر اُنھیں (اَپنی اِس بدمعاشی کا انجام) بہت ہی جلد معلوم ہو جائے

فِى الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۶۴)
فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ
فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (۶۵)
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ (۶۶)

---

[۱] تماشا اور کھیل یعنی بے ثبات ناپائیدار (تبیان) نہ کہ بے حقیقت یا بے مقصد - کیونکہ دنیا بے حقیقت یا بے مقصد نہیں بلکہ علیم و حکیم کی تخلیق ہے اور بامقصد ہے - البتہ آخرت کے تصور کے بغیر صرف دنیا میں الجھے رہنا ایک بے مقصد ناپائیدار عمل ہوگا (فصل الخطاب)

غرض دنیا لہو و لعب ہے اپنی بے ثباتی کے لحاظ سے لیکن اگر اسی دنیا کی زندگی کو آخرت کی تیاری کا ذریعہ سمجھ لیا جائے تو یہ کھیل تماشا نہیں رہتی بلکہ اصل زندگی بن جائے گی-

* * *

[۲] مطلب یہ ہے کہ جہاں ظاہری سہارے ٹوٹے تو خدائے واحد یاد آنے لگا-

جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا مگر ذرا
قوت ملی تو پھر اپنی سابقہ گمراہیوں میں پڑ گئے

* * *

www.drhasanrizvi.org

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۚ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

گا (۶۶) کیا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے (اُن کے شہر مکہ کو) اَمن والا محترم (گھر یا گھرانہ) بنایا ہے، حالانکہ اُس کے چاروں طرف (کے شہروں یا علاقوں میں) لوگ جھپٹ کر اُچک لئے جاتے ہیں؟ کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کی غلط باتوں اور جھوٹے خداؤں کو تو مان لیتے ہیں اور اللہ کی نعمت (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کا اِنکار پر اِنکار کئے چلے جاتے ہیں؟[1] (۶۷) اور بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم گُناہگار کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق[2] یا سچی حقیقت کو جُھٹلائے، جب کہ وہ (ہمارے نبیٔ اکرمؐ کی رسالت کی شکل میں) اُن کے سامنے آ بھی چُکا ہو؟ کیا ایسے حق کے اِنکاریوں کا ٹھکانا جہنّم کے سِوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟ (۶۸) اور جنھوں نے ہماری راہ میں[3] (یعنی) ہماری

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کے ایک حکم کو مان لینے سے کس قدر عافیت نصیب ہوتی ہے تو زندگی کے تمام شعبوں میں خدا کے قانون کو نافذ العمل کر دیا جائے تو دنیا جنت کیوں نہ بن جائے۔ (فصل الخطاب)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ اگر رسالت کا غلط دعویٰ کرتا ہوں تو مجھ سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ اور اگر میرا دعویٰ سچا ہے اور تم اسے جھٹلاتے ہو تو تم سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔

***

[3] امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۸ بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

اٰیاتہا (۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾

فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾

خاطر مشقّتیں برداشت کیں (یا) ہماری راہ میں[1] مجاہدہ، جدوجہد اور بھرپُور کوشش کی، اُنھیں تو ہم (خود) اَپنے راستے دِکھا دِکھا کر اَپنی راہوں پر لگاتے ہیں (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ اللہ اَچھّے کردار والے، خلوص والے نیکوکاروں کے ساتھ ہے[2] ﴿۶۹﴾ ع

ع ۷/۲

آیات ۶۰ سورۂ رومِ مکّی رکوعات ۶

(رومیوں والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

الف ۔ لام ۔ میم ﴿۱﴾ قریب والی زمین پر روم والے (جنگ) ہار گئے ﴿۲﴾ مگر وہ اَپنے اِس ہار جانے کے بعد، پھر جیت کر غالب آجائیں گے ﴿۳﴾

[1] ہمارے راستوں سے مراد اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرنے والے راستے (بیضاوی) یعنی ہماری راہ میں ہماری خاطر ہمارے لئے (بیضاوی) انسان صرف کوشش کرے کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدرت صنعت اور حکمت کی دلیلوں نشانیوں پر غور وفکر کرے ۔ پھر خدا خود اس کو اپنے راستے دکھائے گا۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

حضور اکرمؐ نے فرمایا "جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرے گا خدا اس کو اس علم کا بھی وارث و مالک کر دے گا جس کو وہ نہ جانتا ہوگا" (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۸)

[2] حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا "محسنین" اچھے کردار والے نیکوکاروں سے اولین مراد محمدؐ وآل محمدؐ ہیں" (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۸ بحوالہ تفسیر قمی)

حضرت علیؑ نے فرمایا "خبردار! قرآن میں میرے بہت سے مخصوص نام ہیں ۔ ان سے ناواقف ہو کر دین میں بھٹک جاؤ گے محسن بھی میرا نام ہے" (معانی الاخبار)

www.drhasanrizvi.org

وہ بھی بہت جلد، تھوڑے سے سالوں میں۔ (کیونکہ) سارے کا سارا معاملہ تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اُس دن مسلمان خوش ہوں گے[1]، ④ اللہ کی مدد سے۔ (غرض) اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے (کیونکہ) وہی زبردست عزّت اور طاقت والا بھی ہے اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی[2] ⑤ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ کبھی اَپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔ مگر اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے ⑥ (کیونکہ) یہ لوگ دنیا کی زندگی کے بس سطحی اور ظاہری پہلو کو تو (خوب) جانتے ہیں، مگر آخرت یا دوسری آنے والی زندگی سے بالکل بے خبر اور غافل ہیں[3] ⑦ کیا اُنھوں نے کبھی اَپنی ذات

فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ
وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ④
بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ⑤
وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥
يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ
الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

---

[1] روم والے عیسائی تھے اس لئے مذہباً مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں سے قریب تر تھے۔ ایران کے آتش پرست مشرک تھے مگر وہ رومیوں سے جیت گئے تھے اس لئے مسلمانوں کو رنج ہوا تھا۔ ان کی تسلی کے لئے یہ آیتیں اتریں جن میں غیب کی خبر دی گئی۔ اب کافر منافق بغلیں بجانے لگے مگر تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ آٹھ دس سال کے بعد رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوئی، آج بھی یہ آیتیں قرآن کی حقانیت کا تاریخی ثبوت ہیں (فصل الخطاب)

* * *

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی نصرت جب بھی ہو گی مومنین صادقین کے ساتھ ہو گی (قرطبی)

خدا کا خود کو عزیز یعنی زبردست طاقت والا کہنا اس لئے ہے کہ خدا جب چاہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

کے اندر (یا) اپنے دِلوں کے اَندر غور نہیں کیا؟
کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو، اور اُن کے
درمیان کی تمام چیزوں کو کِسی حِکمت کے تحت
بُرحق (یعنی) بامقصد، بالکل صحیح طور پر ٹھیک
ٹھیک، ایک مُقررّہ مُدّت کے لئے پیدا (نہیں
کیا؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ زیادہ تر لوگ اَپنے
پالنے والے مالک کی بارگاہ میں حاضری (یا) اُس
سے مُلاقات ہی کے مُنکر ہیں ۸ کیا یہ لوگ
زمین پر (چاروں طرف) چلے پھرے نہیں (تا) کہ
اُنھیں اُن لوگوں کا حشر اور انجام نظر آتا جو
اِن سے پہلے تھے۔ وہ تو اِن سے کہیں زیادہ
طاقتور بھی تھے' یہاں تک کہ اُنھوں نے تو
پوُری زمین کو تہ وبالا کر ڈالا تھا (یا) اُنھوں

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ
اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ
لَكٰفِرُوْنَ ۸
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کافروں مشرکوں کو ظاہری شان و شوکت کے باوجود مغلوب کر دکھائے۔ اور رحیم اس لئے فرمایا کہ یہ اس کا رحم ہی ہے کہ کافروں کو مہلت پر مہلت دیئے چلا جا رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

***

۳ دنیا کے بڑے بڑے فلسفی جو سائنس اور فلسفہ کی توگتھیاں سلجھا کر رکھ دیتے ہیں مگر خدا اور روزِ آخرت کے معاملے میں عام عقل والوں کے برابر بھی باتیں نہیں سمجھ پاتے۔ (مجمع البیان از ابن عباسؓ)

***

www.drhasanrizvi.org

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ۭ9

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا

نے زمین کو خوب خوب کھودا (یعنی خوب ہل چلائے اور نہریں کاریزیں اور دریا بہا دئے اور خوب معدنیات بھی نکالیں) اور زمین کو اِتنا آباد کیا (یا) اُس میں اِتنی زیادہ عمارتیں بنائیں کہ جو اُس سے کہیں زیادہ ہیں جو اِنھوں نے بنائی ہیں۔ (مگر جب) اُن کے پاس اُن کے رسولؑ رَوشن واضح کھُلی کھُلی دلیلیں اور خدا کی نِشانیاں لے کر آئے (تو اُنھوں نے اُن کو بُری طرح جھُٹلا دیا) غرض اللہ بھی ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرے، مگر وہ تو خود اَپنے ہی اُوپر ظلم کر رہے تھے[۱] ⑨ آخرکار جنھوں نے بُرائی کی تھی، اُن کا اَنجام بھی بہت ہی بُرا ہوا۔ اِس لئے کہ اُنھوں نے اللہ کی باتوں، دلیلوں اور نِشانیوں

[۱] مطلب یہ ہے کہ مادیت میں مست مشرکین مکہ اپنی تجارت کے لئے برابر شام اور یمن جاتے رہتے ہیں تو غور نہیں کرتے کہ بڑی بڑی مہذب، دولتمند، شان و شوکت والی قومیں مثلاً عاد ثمود اپنی سرکشی اور گناہوں کی وجہ سے بالکل برباد ہو چکی ہیں۔ ان کے کھنڈرات یہ کیوں یاد نہیں دلاتے کہ خدا کی نافرمانی کے بعد دنیا کی ترقیاں اور دولتیں کچھ کام نہیں آتیں۔

غرض یہاں پہلوں سے مراد قوم عاد، قوم ثمود ہے، جو زمین کو کھود کھود کر کنویں چشمے، نہریں، کانیں نکالتے تھے طرح طرح کے بیج بو بو کر باغ کھیت اگاتے تھے۔ مضبوط عمارتیں بناتے تھے۔ وہ لوگ مکہ والوں سے ہر طرح سے اچھے تھے۔ تو اللہ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ تم مکہ والوں کی حالت اتنی کمزور ہے۔ اس کے باوجود تم اپنی دنیا پر مغرور ہو اور ہمارے رسولؑ کے مقابلے پر اکڑتے ہو (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۸)

***

www.drhasanrizvi.org

کو جھٹلایا تھا، بلکہ وہ تو اُس کا مذاق بھی اُڑایا کرتے تھے[ا] ع ⑩ (غرض) اللہ ہی پیدائش کی اِبتدا بھی کرتا ہے (یعنی) پہلے پہل اللہ ہی (ہر چیز کو) پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی اُن کو پلٹا کر لائے گا۔ پھر اُسی کی طرف تمھاری حاضری بھی ہوگی[۲] ⑪ اور جس دن قیامت برپا ہوگی تو مجرم گنہگار سخت مایوسی کے عالم میں ہکّا بکّا رہ جائیں گے۔ (یا) اور جس دن قیامت برپا ہوگی، اُس دِن مُجرم گُنہگار لوگ بہت بُری طرح حیران و پریشان ہو کر سخت مایوسی کے صدمے سے بالکل گُم صُم ہو کر رہ جائیں گے ⑫ اُن کے ٹھہرائے اور بنائے ہوئے خدا کے شریکوں میں سے کوئی بھی اُن کی

غ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩
اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

[ا] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ: تمسخر یعنی مذاق اڑانے کا گناہ، تکذیب یعنی جھٹلانے سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ جو گناہ اور ظلم کی اس آخری منزل پر پہنچ جائیں ان کا انجام دوزخ کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے۔

***

[۲] صریح عقل اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ جس کے لیے خلق کی ابتداء کرنا ممکن ہو اس کے لیے اسی خلق کو دوبارہ پیدا کرنا بدرجۂ اولیٰ ممکن ہے۔ خلق کی ابتداء تو ایک امر واقعہ ہے جو سب دیکھ اور مان رہے ہیں، اس کے بعد آخرت کے منکروں کا یہ خیال سراسر نامعقول ہے کہ وہی خدا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

سفارش تک نہ کر سکے گا۔ بلکہ وہ (خود اپنے بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں کے مُنکر ہو جائیں گے ﴿۱۳﴾ غرض جس دن قیامت برپا ہوگی اُس دن (سارے کے سارے اِنسان) الگ الگ ہو جائیں گے ﴿۱۴﴾ تو اَب جن لوگوں نے [۱] اللہ اور رسولؐ کو دل سے مانا (تھا)' اور وہ (اِس کے نتیجے میں) [۲] اَچھے اَچھے کام بھی کرتے رہے (تھے)' وہ ایک خاص بہشت کے باغ میں خوش خوش ہوں گے ﴿۱۵﴾ مگر جنھوں نے [۱] خدا اور رسولؐ کا اِنکار کیا (تھا) اور ہماری [۲] باتوں' دلیلوں' نشانیوں اور آیتوں کو' اور آخرت [۳] کی حاضری (یا) خدا سے ملاقات کو جُھٹلایا (تھا) وہ عذاب یا سزا (کی حالت) میں حاضر کئے جائیں گے [له] ﴿۱۶﴾

له امام رازی نے یہاں دو نکتے لکھے ہیں (۱) خدا نے مومنین کی جزائے خیر کا ذکر صیغہ فعل سے کیا ہے اور کافروں کے عذاب کا ذکر صیغہ اسم سے کیا ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ صیغہ فعل استمرار اور تجدد کی خبر دیتا ہے۔ یعنی اہل جنت ہر وقت نئی نئی خوشیوں سے خوش ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی بور نہیں ہوتے۔ ان کی خوشی ہر دم تازہ بتازہ اور نو بہ نو رہتی ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ خدا نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا بھی ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عمل صالح وہی ہے جو ایمان کے نتیجہ میں ہو اور دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ اعلیٰ مراتب کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالح ضروری ہیں۔ گو نجات کے لئے صرف ایمان کافی ہے۔ جب کہ کافروں کیلئے صرف کفر کا ذکر کیا گیا ہے۔ برے کاموں کا ذکر نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف کفر ہی سزا کے لئے کافی ہے۔ (تفسیر کبیر)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بس (اِس عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ)
خدا کی تسبیح کرتے ہوئے اللہ کی پاکی اور بے عیب
ہونے کو بیان کرو، جب کہ تم [۱] شام کرتے ہو،
اور جب [۲] صُبح کرتے ہو ⑰ اور ساری تعریف اُسی
کے لئے ہے آسمانوں میں بھی، اور زمین میں بھی۔
اور (یہی حمد و تسبیح کرو) رات گئے [۳] (اَندھیرے
میں) بھی، اور جب تم پر ظہر [۴] (یعنی) دوپہر کا
وقت ہوتا ہے [لہ] ⑱ (کیونکہ) وہی خدا ہے جو زندہ [۱]
میں سے مُردے کو نِکالتا ہے (یا) بے جان (چیزوں)
میں سے جاندار کو نِکالتا ہے، اور مُردہ [۲] میں سے
زندہ کو نکالتا ہے (یا) بے جان چیزوں میں سے
جاندار چیزوں کو نِکالتا ہے، اور زمین [۳] کو اُس
کے مرنے کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ بالکل اِسی

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ⑰
وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّحِيۡنَ
تُظۡهِرُوۡنَ ⑱
يُخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ
الۡحَـىِّ وَيُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ

لہ حضور اکرمؐ نے فرمایا "یہ آیت پانچوں نمازوں کی جامع ہے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۹)

امام راغب نے لکھا "عشاء کا وقت نماز مغرب سے لے کر نماز عشاء کے وقت تک کو کہتے ہیں۔ اور نماز عشاء کو بھی عشاء بولتے ہیں۔ نیز اس کے معنی زوال سے لے کر صبح تک کے ہیں یہ اتنے عام ہیں کہ اہل لغت نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ (لغات القرآن نعمانی۔ از صفحہ ۳۱۱ تا صفحہ ۳۱۴ جلد چہارم)

"تظہرون" سے ظہر و عصر دونوں مراد ہیں اور تمسون سے مغرب و عشاء دونوں مراد ہیں۔ ہر طرح سے یہ بات فقہ آل محمدؐ ہی کے لحاظ سے درست ہوگی اور ماننا پڑے گا کہ ظہر و عصر کا وقت ایک ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور مغرب و عشاء کا وقت بھی ایک ساتھ شروع ہوتا ہے اور ان نمازوں کو ملا کر پڑھنا جائز ہے۔ اگر ظہر و عصر کا وقت الگ الگ ہے تو دونوں نمازوں کو ایک لفظ سے بیان کیوں کیا؟ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

طرح تم بھی (۴) (مَرنے کے بعد اپنی قبروں سے) نِکالے
جاؤ گے (یا) بس اِسی طرح تم بھی (اپنی حالتِ
موت سے) نکال لئے جاؤ گے [1] ۱۹
اُس کی (قدرت اور حکمت کی) نشانیوں
اور دلیلوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس (۵) نے تمھیں
مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یکایک (۶) ایک دم سے تم
چلتے پھرتے ہوئے اِنسان بن کر پھیلتے (۷) چلے جا
رہے ہو (یعنی کچھ کاربن، کیلشیم، سوڈیم جیسی
ادنیٰ بے جان، بے حس چیزوں سے اِنسان جیسے
اِحساسات، جذبات، شعور، تعقّل، تخیّل، اِرادہ
اِختیار جیسی عظیم صلاحیّتوں والی عجیب مخلوق بھی
پیدا کر دی اور اُس کی نسل کا سِلسلہ بھی جاری
فرما دیا۔ سُبحان اللہ) ۲۰

ع ۲۶/۵/۹

تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ
بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

---

[1] خدا مردے میں سے زندہ کو نکالتا ہے جیسے انڈے میں سے مرغی کو نکالتا ہے، اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے مرغی سے انڈا پیدا ہوتا ہے۔

غرض جو خدا تمھاری آنکھوں کے سامنے یہ سب کام کر رہا ہے، وہ آخر انسان کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ ہر آن بے جان مادے کے اندر زندگی کی روح پھونک پھونک کر بے شمار جیتے جاگتے حیوانات، نباتات اور انسان پیدا کرتا چلا جا رہا ہے، جب کہ مادہ میں خود کوئی زندگی نہیں ہوتی بارش کے بعد مردہ زمین یکایک زندگی کے خزانے اگلنے لگتی ہے۔ پھر بھی انسان یہ سمجھے کہ خدا ہمیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں تو اس کی عقل کی آنکھیں یقیناً اندھی ہو چکی ہیں۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ

پھر[۸] اُس کی (حکمت و قدرت کی) مزید
نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمھارے
لئے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں بنائیں
تاکہ تم اُن سے سکون و اطمینان حاصل کرو (ذرا
مرد اور عورتوں کے باہمی ربط اور جنسی مطابقت
کی باریکی اور ہم آہنگی کا اندازہ تو لگائیں کہ
اس میں خدا کی قدرت و حکمت کی کیسی عظیم
اور عجیب نشانی ہے۔ اس میں بے انتہا لذّت و
سکون بھی ہے، نسل کی بقا بھی ہے اور گھر اور
خاندان کی بُنیاد بھی) پھر[۹] اُس نے تمھارے درمیان
محبّت اور رحمت بھی پیدا کر دی[ا] (کہ جس سے
عشق و عاشقی کی پوری کائنات وجود میں آگئی
اور اولاد کی پرورش کا سامان بھی ہو گیا)

[ا] یہ آیت احکام میں بہت اہم ہے محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) اسلام میں گھریلو معاشرتی زندگی پسند کی گئی ہے۔
(۲) عورتیں مردوں جیسی خواہشات، جذبات، احساسات رکھتی ہیں۔
(۳) عورتیں بے روح مخلوق نہیں۔
(۴) عورتوں کو سرمایہ راحت و سکون بنایا گیا ہے۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

(۵) عورتوں سے تعلقات باہمی محبت اخلاص اور ہمدردی کی بنیاد پر ہونے چاہئیں، ہوس پرستی کی بنیاد پر نہیں۔
(۶) عورت مرد کی کنیز نہیں۔ مرد کی صاحبہ نہیں، رفیق اور مصاحب ہے۔
(۷) یہی اسلامی معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے
(۸) عورتوں یا بیویوں کی طرف میلان منافی کمال نہیں۔ جیسا کہ بعض جاہل صوفیہ اور زاہدان خشک کا خیال ہے۔
(ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

حقیقت یہ ہے کہ اِن (تمام باتوں) میں (خدا کی قدرت و حکمت کی) دلیلیں اور نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں[ل] (۲۱)

اور آسمانوں[(۱۰)] اور زمین[(۱۱)] کا پیدا کرنا بھی اُس کی (قدرت و حکمت کی) دلیلوں اور نشانیوں میں سے ہے، اور[(۱۲)] تمھاری زبانوں اور تمھارے[(۱۳)] رنگوں کا ایک دُوسرے سے مختلف ہونا بھی۔ حقیقتاً اِس میں (بھی خدا کی قدرت و حکمت کی) بہت سی دلیلیں اور نشانیاں ہیں (اِن کی حقیقت) جاننے والوں کے لئے (۲۲)

اور اُسی کی (قُدرت و حکمت کی) دلیلوں اور نشانیوں میں سے ہے: تمھارا[(۱۴)] رات اور دِن کا سونا (جاگنا) اور تمھارا[(۱۵)] خدا کے فضل و کرم

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ

ل مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے سے مختلف جسمانی خدوخال، ذہنی اور نفسیاتی اوصاف اور مختلف جذبات اور احساسات رکھے گئے ہیں۔
اس میں کسی انسان کی تدبیر کو کوئی دخل نہیں۔ عورتوں اور مردوں کی پیدائش ہزاروں سال سے اسی طرح ایک تناسب کے ساتھ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ بات صریحاً اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ ایک خالق حکیم نے اپنی غالب حکمت اور قدرت سے مرد عورت کا ایک موزوں ترین ڈیزائن اور سسٹم بنایا ہے۔ پھر یہ انتظام الل ٹپ نہیں ہے۔ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پاتی ہے۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے سکون حاصل کرتے ہیں دونوں میں ایک دوسرے کے لئے تڑپ ہے۔ دانائی کا یہ شاہکار فطرت کی اندھی طاقتوں سے محض اتفاقاً پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور نہ ان میں اس قدر مناسبت از خود پیدا ہو سکتی ہے۔ (تفہیم)۔

***

(یعنی) روزی کو تلاش کرنا[1]۔ یقیناً اس میں بھی
بہت سی دلیلیں اور (خدا کی عظمت، قدرت
اور حکمت کی) نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لئے
جو (غور سے) سُنتے ہیں ﴿۲۳﴾
اور اُس کی (قدرت، عظمت اور حکمت کی)
دلیلوں اور نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ (۱۶) وہ
تمہیں بجلی (کی چمک دمک اور کڑک دھمک)
دکھاتا ہے، (نقصان اور تباہی کے) خوف اور
(فائدے کی) طمع کے ساتھ[2]۔ اور پھر بلندی (۱۷) سے
پانی برساتا ہے۔ اور پھر (۱۸) اُس (پانی) کے ذریعہ
سے زمین کو اُس کے مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ
کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں بھی (حقیقت تک
پہنچنے کی) بہت سی دلیلیں اور نشانیاں ہیں، اُن

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْىٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

---

[1] عرفاء نے نتیجہ نکالا (۱) آرام کی خاطر سونا اور اسباب معاش حاصل کرنا منافی کمال نہیں بلکہ شکر نعمت اور عبادت ہے کہ خدا کی مرضی کے مطابق ہے۔ اور اگر اسی نیت سے کیا جائے تو اعلیٰ ترین عبادتوں میں سے ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "عبادت کی ستّر قسمیں ہیں سب سے افضل حلال روزی کمانا ہے" (الکافی)

***

[2] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ خوف اور امید کمال کے منافی نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (۲۵)

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (۲۶)

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

کے لئے جو عقل سے کام لیں (۲۴) پھر اُس کی دلیلوں نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان[19] اور زمین[20] اُسی کے حُکم سے قائم اور برقرار ہیں[1]، پھر جُونہی[21] اُس نے تمھیں زمین سے پُکارا" تو بس ایک ہی پُکار میں اچانک تم سب نکل آوٴ گے۔ (یعنی اِتنی بڑی کائنات کے خالق کے لئے تمھیں دوبارہ زندہ کر اُٹھانا کوئی بڑا کام نہیں ہو گا جس کے لئے کوئی لمبی چوڑی تیّاریاں کرنی پڑیں۔ بس ایک پُکار بہت کافی ہوگی) (۲۵) (کیونکہ) آسمانوں[22] اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سَب کے سَب خدا کی اِطاعت کرنے والے فرماں بردار غلام ہیں (۲۶) پھر وہی[23] (خدا) ہی تو ہے کہ جو پیدائش کی اِبتدا بھی کرتا ہے، پھر وہی اُسے دوبارہ بھی زِندہ

[1] مادّی علوم اسباب کا جال جتنا بھی پھیلاتے چلے جائیں، آخر کہیں نہ کہیں تو یہ سلسلہ ختم ہو گا۔ اور اسی آخری سبب کا نام امرِ الہٰی یعنی خدا کا حکم ہے۔ حضرت امام حسن نے فرمایا کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت امرِ الہٰی ہے۔ (حیات القلوب)

***

www.drhasanrizvi.org

عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾
ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ

کردے گا اور یہ اُس کے لئے (پہلی دفعہ پیدا کرنے
سے) بہت زیادہ آسان ہے۔ آسمانوں اور زمین[۲۴]
میں اُس (خدا) کی شان "مثلِ اعلیٰ" سب سے
اعلیٰ وارفع ہے[۱] (یا) اُس کی 'مثلِ اعلیٰ' یعنی
اُس کی صفت، وصف یا مثال آسمانوں اور زمین
میں سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔ اور (یہ بھی کہ) وہ[۲۵]
زبردست طاقت اور عزّت والا بھی ہے اور بہت
گہری[۲۶] مصلحتوں کے مطابق، سمجھ بوجھ کے ساتھ
بالکل ٹھیک کام کرنے والا بھی (۲۷) ع
اُس نے تمھارے لئے خود تمھاری ہی مثال
پیش کی ہے۔ کیا تمھاری ملکیّت میں جو غلام
ہیں اُن میں سے کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو اُس
مال و دولت میں جو ہم نے دیا ہے تمھارے ساتھ

۳ ع ۸/۲

---

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "مثلِ اعلیٰ" (یعنی) "بلند ترین صفت" کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو اللہ کو کسی چیز سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے اور نہ اس کا وصف (صحیح معنی میں پوری پوری طرح) بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی خدا ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے۔ (التوحید)

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ مثلِ اعلیٰ (خدا کی اعلیٰ ترین مثال) تم ہی ہو۔ (عیون اخبار الرضاؑ)

حضرت علیؑ نے فرمایا "ہم ہی کلمہ تقویٰ ہیں، ہدایت کا راستہ ہیں اور "مثلِ اعلیٰ" ہیں"۔

زیارت جامعہ میں حضرت امام علی النقیؑ نے فرمایا "سلام ہو ---- اے ہدایت کے اماموں انبیاء کے وارثو اور مثلِ اعلیٰ خدا کی اعلیٰ ترین مثال" (زیارت جامعہ از امام نقیؑ)

***

www.drhasanrizvi.org

فِيهِ سَوَآءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْآيَٰتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾
بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَهْوَآءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَن
يَهْدِى مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٢٩﴾

برابر کے شریک اور حِصّہ دار ہوں ؟ (اِس طرح
کہ تم (اور وہ) اُس میں برابر کا حق رکھّیں ؟
اور کیا تم اُن سے اِس طرح ڈرتے ہو جیسے تم
اَپنے آپس کے برابر کے آدمیوں سے ڈرتے ہو ؟
(غرض) اِس طرح ہم (اَپنی) باتیں اور دلیلیں
تفصیل کے ساتھ کھول کھول کر پیش کرتے ہیں،
اُن لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیں[1] ﴿۲۸﴾ لیکن
یہ ظالم گُناہگار (لوگ) بے سمجھے بوجھے اَپنی خواہشات
اور تخیّلات کے پیچھے پیچھے چل رہے (ہیں)۔ تو اَب
اُسے کون سیدھا راستہ دِکھا سکتا ہے جسے خدا نے
گمراہی میں چھوڑ دیا ہو (یا) جسے خدا نے گمراہ
قرار دے دیا ہو۔ پھر ایسے لوگوں کے کوئی مددگار
حمایتی بھی نہ ہوں گے (یعنی طالبانِ حق کے لئے

[1] مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے غلام تمہارے اموال میں برابر کے حصے دار نہیں ہو سکتے تو تم اللہ کے بندوں کو اللہ کے ساتھ برابر کا شریک کیسے قرار دے رہے ہو؟ انسانوں یا بتوں کو خدا کا درجہ کیوں دے رہے ہو؟۔ (مجمع البیان)
حاصل یہ ہوا کہ مملوک مالک کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مملوک کو مالک کا شریک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (فتح الرحمن)

***

www.drhasanrizvi.org

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

خدا اُن کی طلب اور کوشش کے مُطابق ہدایت کے اَسباب فراہم کر دیتا ہے اور گمراہ پسند یا گمراہی پر جمے بیٹھے رہنے والے ضِدّی حق دُشمنوں کو اللہ اپنی ہدایتوں اور توفیقات سے محروم کر دیتا ہے، پھر اُن کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا[1] ﴿۲۹﴾

بس آپؐ سَب راستوں سے ہٹ کر، بالکل ایک طرف کے ہو کر، اپنا رُخ اور اپنی توجّہ کو اِس دینِ حق کی طرف سیدھا جما دیں (کیونکہ یہی اللہ کی وہ فطرت یا بناوٹ ہے جس پر اللہ نے تمام اِنسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی فطرت یا بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ (یا) اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی۔[2] یہی بالکل سیدھا اور درست دین (طریقۂ زندگی)

[1] اللہ کی طرف گمراہی میں چھوڑنے کی نسبت بھی کفار کی حق دشمنی کے منطقی نتیجہ میں ہے۔ (روح)

* * *

[2] مطلب یہ ہے کہ یہ دین قدیم فطری دین ہے جو فطرت انسانی میں داخل ہے۔ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ فطرت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ ریاضت سے صرف تربیت ہوتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ فطرت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: فطرت سے مراد اسلام ہے۔ جس پر کہ خدا نے سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ خدا نے سب سے توحید کے اقرار پر میثاق (عہد) لیا ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۰ بحوالہ کافی)۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "خدا کی بنائی ہوئی فطرت یعنی بناوٹ سے مراد اس بات کو ماننا ہے کہ خدا کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اور علیؑ اللہ کے ولی اور مومنین کے امیر ہیں" (تفسیر قمی)

* * *

www.drhasanrizvi.org

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾
مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ
حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾
وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ
ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ

ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۰﴾ (لہٰذا) اُسی[1] خدا
سے لَو لگائے، اور اُسی کی طرف توجہ کِئے رہو
اور اُسی[2] کی ناراضگی اور سزا سے ڈرو اور نماز[3] کو
پابندی سے اَدا کرتے رہو اور اُن[4] مشرکوں میں
سے نہ ہو جاؤ[5] ﴿۳۱﴾ جنھوں نے اَپنا دین تقسیم کر کر
کے الگ الگ بنا لیا (اور اِس طرح) اَپنے دین
میں تفرقہ ڈال کر گروہوں میں بٹ گئے۔ اور
اَب ہر گروہ اُسی میں خوش، مَست و مگن ہے،
جو کچھ کہ اُس کے پاس ہے[1] ﴿۳۲﴾

لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ جب اُن پر کوئی
مصیبت آپڑتی ہے تو وہ اَپنے پالنے والے مالک
کی طرف لَو لگا لگا کر دُعا کرنے لگتے ہیں۔ پھر
جب خدا اُنھیں اَپنی طرف سے اَپنی رحمت کا کچھ

[1] کفار و مشرکین میں اختلاف اصولی ہوتا ہے اور وہ بھی شدید جو ایک دوسرے کی تکذیب بھی کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو فرقے ہیں وہ اصلاً سیاسی اختلاف پر مبنی ہیں (۲) سیاسی رہنماؤں نے ان کو پروان چڑھایا ہے۔ (۳) حقیقی یا اصولی اختلافات نہیں (۴) توحید، رسالت، قیامت، آخرت قرآن، قبلہ، کلمہ پر سب کا اتفاق ہے۔ اس لئے اختلافات اصولی نہیں فروعی ہیں (۵) ایک دوسرے کی مکمل تکذیب نہیں کرتے ۔ جزوی تکذیب کرتے ہیں (۶) وہ بھی ذاتی مفادات کی وجہ سے۔ بقول اقبال
دینِ مُلاّ فی سبیل اللہ فساد

***

www.drhasanrizvi.org

يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۪ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾
اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

مزہ چکھا دیتا ہے، تو یکایک اُن میں سے کچھ
شِرک کرنے لگتے ہیں، ﴿۳۳﴾ تاکہ جو کچھ ہم نے اُنھیں
دِیا ہے اُس کا اِنکار (یا) کُفرانِ نِعمت کریں (یا)
تاکہ ہمارے کِئے ہوئے اِحسان کی ناشُکری کریں۔
اَچھّا خیر، خوُب مزے اُڑا لو۔ عنقریب (اِس
کا نتیجہ) تمھیں معلوم ہو جائے گا[1] ﴿۳۴﴾ کیا ہم نے
اُن پر کوئی سَند، دلیل یا ثبوُت اُتارا ہے جو
اُن کے سامنے بول کر اُس شِرک کو ثابت کرتا
ہے جو یہ کر رہے ہیں؟ ﴿۳۵﴾

جب ہم لوگوں کو اَپنی رحمت کا مزہ چکھاتے
ہیں تو وہ اُس پر پھُول جاتے ہیں[2]۔ اور جب اُن کے
اَپنے کِئے ہوئے بُرے کاموں کے بَدلے میں اُن
پر کوئی مُصیبت آتی ہے، تو یکایک وہ بالکل ہی

[1] یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے کہ خدا کی اطاعت کو چھوڑ کر شیطان یا نفسانی خواہشات کی اطاعت کی جائے۔ قرآن نے خود اس کو اس طرح فرمایا کہ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنالیا" یہ کردار مشرکین میں ہی نہیں بہت سے نام نہاد مسلمین میں بھی نظر آتا ہے۔ جب لڑکی کی شادی نہیں ہوتی تو خدا یاد آتا ہے خدا سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور جب خدا کے فضل سے وہ دن آیا تو شیطان کے خوش کرنے والے ناچ گانے ہو رہے ہیں۔ شیطان ہی کا نام ہے، خدا کا کہیں نام و نشان نہیں۔ کیا یہ توحید پرستی کا تقاضا ہے؟۔ (فصل الخطاب)۔

***

[2] اس خوشی کو فرح کہتے ہیں جو شکر کی جانب لے جاتی ہے جو فطری ہے۔ اس خوشی کی مذمت کی گئی ہے جو فخر اور کبر کی طرف لے جائے۔ جو نفس کی طغیانی کی کیفیت کا نام ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ
إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۷﴾
فَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ
ذٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۸﴾

مایُوس ہوجاتے ہیں ﴿۳۶﴾ کیا اُنھوں نے یہ نہیں
دیکھا کہ اللہ جس کے رِزق میں چاہتا ہے وُسعت
دے دیتا ہے، اور (جس کا رِزق چاہتا ہے) تنگ
کر دیتا ہے[1]۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں بہت سی
دلیلیں اور نِشانیاں ہیں اُن کے لئے جو اَبدی
حقیقتوں کو دل سے ماننے (یا) اُن پر اِیمان
لانے کے لئے تیّار ہوں ﴿۳۷﴾
پس آپؐ رشتہ دار کو اُس کا حق دے دیجئے[2]
اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ بہتر ہے اُن لوگوں
کے لئے جو اللہ کی رضامندی اور خوشی کے
طلب گار ہوں۔ اور یہی لوگ ہر طرح کی بہتری
مکمّل بھرپُور حقیقی اَبدی کامیابی پانے والے
بامُراد ہیں ﴿۳۸﴾

[1] دو شخص ایک ہی قسم کی معاشی جدوجہد میں مساوی طور پر کوشاں ہوتے ہیں۔ صلاحیتیں توانائیاں قابلیتیں بھی بالکل ایک جیسی ہوتی ہیں۔ ایک مالا مال ہو جاتا ہے تو دوسرا پیدل ہی رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کامیابی کے چھپے ہوئے حقیقی اسباب تمام تر خدائے واحد جو حکیم مطلق ہے کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی طرح اسباب معاش بھی خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

***

[2] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو عطا فرمایا اور اس پر قبضہ دے دیا۔ (اس لئے کہ ہر حکم کی تعمیل کی اولین مثال خود رسولؐ ہیں۔ اگر وہ خود اپنے رشتہ داروں کا حق نہ ادا کریں گے تو دوسرا کوئی کیوں ادا کرے گا) (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۰)

***

ربا وہ سُودی مال جو تم (قرض) دیتے ہو،
تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر بڑھ
جائے، تو وہ اللہ کے نزدیک بالکل نہیں بڑھتا
(یا) اللہ کے ہاں اِضافہ کا باعث نہیں ہوتا (کیونکہ
اُس سے لوگوں کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، صرف
سرمایہ دار کی دولت بڑھتی چلی جاتی ہے) اب جو
تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے اِرادہ سے
زکوٰۃ دیتے ہو، تو وہی لوگ درحقیقت اپنا مال
خُوب بڑھا چڑھا کر دوگنا چوگنا پاتے ہیں ﴿۳۹﴾
(کیونکہ) اللہ ہی تو ہے کہ جس نے تمھیں پیدا
کیا ۔ پھر تمھیں روزی بھی دی ۔ پھر تمھیں موت
دے گا ۔ پھر تمھیں زِندہ کرے گا ۔ کیا تمھارے
بنائے ہوئے شریکوں (مُراد رشوت اور سُود کے

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا
یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ
وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾
اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ
یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ

ے "ربا" کے معنی سود یا بیاج ہوتا ہے ۔
(امام راغب اصفہانی) ۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک حلال ہے دوسری حرام ۔ حرام یہ ہے کہ ایک شخص اپنے دینی بھائی کو اس لالچ سے قرض دے کہ جب وہ اس کا قرضہ واپس کرے گا، تو کچھ بڑھا کر واپس کرے گا ۔ حلال ربا یہ ہے کہ قرض دینے والا بغیر اس شرط کے قرض دے دے ۔ پھر قرض لینے والا واپسی پر از خود کچھ بڑھا کر دے دے ۔ تو اس کا لینا قرض دینے والے کے لئے مباح ہوگا ۔ البتہ قرض دینے والے کو اس کے لینے کے بعد قرض دینے کا کوئی ثواب نہ ہوگا ۔ یہی مطلب ہے کہ ایسے قرضہ کا نفع خدا کے ہاں نہیں بڑھتا ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۰ بحوالہ تفسیر قمی) ۔

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ربا سے مراد وہ ہدیہ یا تحفہ بھی ہے کہ جو ایک شخص دوسرے کے پاس اس غرض سے لے جائے کہ اس سے زیادہ قیمت یا فائدہ پائے اس پر نہ ثواب ہے نہ عذاب ۔ (تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

حرام مال والے سرمایہ دار) ہیں بھی کوئی ایسا ہے
جو اِن ہیں سے کوئی ایک کام بھی کر سکے؟[1] پاک
ہے اُس کی ذات' اور وہ بہت بلند و برتر ہے'
اُس شِرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں (کہ وہ احمق
یہ سمجھتے ہیں کہ رِشوت اور سُود کا یہی مال اور
کاروبار اُن کو رِزق دیتا ہے' ساری معیشت کو
چلاتا ہے اور اُنھیں زندہ رکھتا ہے) ﴿۴۰﴾ ع خشکی اور
تَری ہیں جو فسادِ[2]' بلائیں یا خرابی پَیدا ہوتی ہے'
وہ لوگوں کی اَپنی اُسی کمائی اور (بُرے) کاموں
سے ہوتی ہے جو اُن کے اَپنے ہاتھوں نے کئے
(ہیں) تاکہ خدا اُن کے کئے ہوئے 'کچھ' کاموں کا مزہ
چکھا دے' تاکہ شاید وہ (اِس طرح) اَپنے بُرے
کاموں سے پلٹیں' (یا توبہ کرکے) باز آجائیں[3] ﴿۴۱﴾

ع ۴ ۱۲ ۷

مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع
ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي
النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

---

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ تخلیق، باقی رہنا، فنا کرنا تینوں صفات کا مالک خدا ہے یعنی پیدا کرنے والا بھی وہی ہے، مارنے والا بھی وہی ہے، پالنے والا بھی وہی ہے۔

***

[2] فساد کا لفظ جامع ہے۔ انفرادی، اجتماعی، جسمانی، مادی، اخلاقی، معاشرتی ہر قسم کی ابتری بد نظمی پر۔ ہر چیز جو اعتدال سے نکل جائے وہ فساد ہوگا۔ (راغب)

[3] آخری الفاظ سے خدا نے حوادث تکوینی کا اصل راز بتا دیا۔ یہ ساری بلائیں اسی لئے ہیں کہ انسان غفلت کے بجائے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ فخر و کبر کے بجائے خدا کے سامنے عاجزی دکھائے، برائی کی اصلاح کرے۔ غرض شر مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ ان بلاؤں کو ڈاکٹر کے آلات جراحی سمجھو جن کا اصل مقصد صحت ہوتی ہے اور وہ آلات صحت کا ذریعہ ہوتے ہیں اور خدا کا "کچھ" کہنا بتاتا ہے کہ ہر گناہ پر پکڑ نہ ہوگی بہت سے گناہ خدا کی رحمت سے معاف ہو جائیں گے۔ (روح)

***

www.drhasanrizvi.org

اُن سے کہئے کہ زمین پر چل پھر کر دیکھ لو
کہ اُن لوگوں کا کیا حشر ہوا جو پہلے گزر چکے
ہیں؟ وہ لوگ زیادہ تر مُشرک تھے[1] (۴۲) تو آپؐ
اَپنا رُخ (چہرہ، توجّہ) اس سچّے دین کی طرف
مضبُوطی کے ساتھ جَما دیں، قبل اِس کے کہ وہ
دِن آجائے جس کے لئے اللہ کی طرف سے ٹل
جانے کی کوئی صُورت ہے ہی نہیں (یا) قبل اِس
کے کہ اللہ کی طرف سے وہ دِن آجائے جسے اللہ
کی طرف سے کِسی طرح سے ٹلنا ہی نہیں ہے۔
اُس دِن وہ لوگ پھٹ کر الگ الگ ہوجائیں
گے (۴۳) اَب جس کِسی نے حق کا اِنکار کیا ہے اُس
کے اُس کُفر کا نُقصان خود اُسی کو اُٹھانا ہو گا۔
اور جس جِس نے اَچھّے اَچھّے کام کئے[2] تو وہ لوگ

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (۴۲)
فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ (۴۳)
مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

---

[1] یعنی روم اور ایران کی تباہ کن جنگیں اور بڑی بڑی قوموں کی بربادیوں کے ریکارڈ سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ان سب قوموں کو جن خرابیوں نے برباد کیا، ان سب کی جڑ یہی شرک تھا، جس سے بچنے کی تمہیں تعلیم دی جارہی ہے۔ (تفہیم)۔

***

[2] امام رازی نے لکھا (۱) خدا کی رحمت اس کے غضب سے وسیع ہے۔ اس لئے بدی کا بدلہ بدکار کی حد تک محدود رہے گا لیکن نیکی کی جزا نیکی کرنے والے کے عزیزوں والدین اولاد کو بھی ملے گی۔ (۲) خدا نے کفر کے مقابلے پر آمن نہیں فرمایا بلکہ عمل صالح کا حوالہ دیا۔ تاکہ عمل کی ترغیب ہوجائے۔ (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

خود اَپنے ہی لئے (نفع اور راحت کا) سامان کر رہے ہیں، ﴿۴۴﴾ تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اَپنے فضل و کرم سے صِلہ دے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ خدا حق کے مُنکر (کافروں) کو پسند نہیں کرتا[1] ﴿۴۵﴾

اور خدا کی (قُدرت و حِکمت کی) دلیلوں اور نِشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہواؤں[(۱)] کو بھیجتا ہے خوش خبری دینے والی بنا کر، تا کہ وہ تمھیں اَپنی رحمت کا مَزہ چکھائے۔ اور اِسی لئے کشتیاں[(۲)] اُسی کے حُکم سے چَلتی ہیں۔ (تاکہ)[(۳)] تم اُس کا فضل و کرم (مُراد روزی) تلاش کرو اور[(۴)] اُس کا شُکر ادا کرتے رہو ﴿۴۶﴾ (اور اِسی لئے) ہم نے تم سے پہلے بھی رسُولوں[(۵)] کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا[2]،

فَلِاَنۡفُسِہِمۡ یَمۡہَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾
لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ
فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۴۵﴾
وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ یُّرۡسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیۡقَکُمۡ
مِّنۡ رَّحۡمَتِہٖ وَ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡکُ بِاَمۡرِہٖ وَ لِتَبۡتَغُوۡا
مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۴۶﴾
وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِہِمۡ فَجَآءُوۡہُمۡ

---

[1] اہل اشارات اور محققین نے نتیجہ نکالا کہ کفر کا وبال کفر کی بنا پر ہوگا۔ اس لئے خدا نے جزاء کے سلسلے میں بجائے اس کے سبب بیان کرنے کے اپنے فضل و کرم کا حوالہ دیا ہے یہ اشارہ ہے کہ سزا تو بلا وجہ کے نہیں ہوتی لیکن رحمت بلا عِلّت محض فضل سے ہوتی ہے۔ (روح)

***

[2] یعنی ایک قسم کی نشانیاں تو وہ ہیں جو کائنات فطرت میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں اور دوسری قسم کی نشانیاں وہ ہیں جو انبیاء کلام خدا کی شکل میں اور اپنی غیر معمولی پاکیزہ سیرت کی شکل میں لائے۔ یہ دونوں قسم کی نشانیاں ایک ہی حقیقت یعنی توحید اور خدا کی معرفت کی تعلیم دے رہی ہیں۔ ان میں کی ہر نشانی دوسرے کی تائید کرتی ہے۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ

تو وہ اُن کے پاس کھلی ہوئی واضح اور روشن نشانیاں، دلیلیں اور مُعجزے لے کر آئے۔ پھر جنھوں نے جُرم کیا (یا) جو مُجرم ثابت ہوئے (یعنی جو لوگ خدا کی دلیلوں، مُعجزوں، باتوں اور نشانیوں سے اندھے بن کر انکار ہی پر جمے رہے) اُن سے ہم نے انتقام لیا[1] (کیونکہ) ہم پر یہ واجب الادا حق تھا کہ ہم خدا اور رسولؐ کو دِل سے ماننے والے ایمان داروں کی مدد کریں[2] ﴿۴۷﴾

اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو اُٹھائے اُٹھائے پھرتی ہیں (یا) بادلوں[7] کو (گھیر گھیر کر) لاتی ہیں۔ پھر خدا اُن بادلوں[8] کو آسمانوں میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔ پھر[9] اُنھیں مختلف ٹکڑوں کی شکل میں لاتا ہے۔

[1] جب اللہ نے عام گناہ گاروں سے انتقام لینے کا وعدہ فرمالیا تو بڑے ظالموں کا کیا حشر ہوگا؟ اندازہ فرمائیں (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۷)

***

[2] آنحضرتؐ نے فرمایا "جو مرد مومن اپنے ایمانی بھائی کی عزت پر حملہ کو دفع کرے گا، اس پر خدا کا یہ حق ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس پر سے ہٹا دے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۰ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "خدا کا مومن کی نصرت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے دشمن کو خدا کی نافرمانی میں گرفتار دیکھ لے" (تحف العقول)

***

www.drhasanrizvi.org

پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش[10] کے بڑے بڑے قطرے
بادل میں سے ٹپکے ہی چلے آتے ہیں۔ یہی وہ
بارش ہے جسے خدا اپنے بندوں میں سے جن
پر چاہتا ہے برساتا ہے، تو یکایک وہ خوش[11] ہو
جاتے ہیں (۴۸) حالانکہ اِس سے پہلے کہ وہ بارش
اُن پر برسے، وہ بالکل مایوس اور نااُمید ہو چکے
تھے[1] (۴۹) اَب دیکھو اللہ کی رحمت کے اَثرات کو
کہ مُردہ[12] خشک پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح
زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک وہی مُردوں کو زندہ
کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پُوری قدرت
رکھنے والا ہے[2] (۵۰) اور اگر ہم اَیسی ہوا کو بھیج
دیں جس کے اَثر سے وہ اَپنی کھیتی کو زرد ہوتا
دیکھیں، تو وہ (فوراً) کفر و اِنکار (یا) ناشکری

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾
فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾
وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ

---

[1] کاشتکار یا زراعت پیشہ کسی قوم کے ہوں، کسی ملک کے ہوں۔ جو لوگ ان کی نفسیات سے واقف ہیں وہ قرآن کے اس فقرے کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

***

[2] مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کی قدرت اور خلاقی کاملہ کو پوری طرح ذہن میں تازہ رکھا جائے تو مر کر دوبارہ زندہ ہونے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔
یہاں جس انداز سے بارش کا ذکر کیا گیا اس میں ایک لطیف اشارہ اس حقیقت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾
فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾
وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا

کرنے لگتے ہیں۔ (یہ مطلب بھی ہے کہ خدا کے رسولؑ تو خدا کی رحمت سے خدا کا پیغام لاتے ہیں مگر جب لوگ اُن کو نہیں مانتے اور اِس نِعمت کا اِنکار کرتے ہیں، تو خدا ظالموں، جابروں کے ذریعہ اُن کو سزا دیتا ہے، تو یہی لوگ خدا کو گالیاں بکنا شروع کر دیتے ہیں کہ اُس نے یہ کیسی ظُلم سے بھری ہوئی دُنیا بنا ڈالی ہے) ﴿۵۱﴾ غرض حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نہ تو مُردوں (مُراد مُردہ جسموں) کو ہی کچھ سُنا سکتے ہیں، اور نہ اُن بہروں کو اپنی پُکار سُنا سکتے ہیں جو پیٹھ پھرا پھرا کر بھاگتے ہی چلے جا رہے ہوں ﴿۵۲﴾ اور نہ آپؐ اَندھوں کو اُن کی گمراہی سے ہٹا کر سیدھا راستہ دِکھا سکتے ہیں۔ آپؐ تو صِرف اُنھیں کو سُنا سکتے ہیں جو ہماری

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کی طرف بھی ہے کہ نبیؑ کی آمد بھی انسان کی اخلاقی زندگی کے لئے ویسی ہی رحمت ہے جیسے بارش کی آمد مادی زندگی کے لئے رحمت ہوتی ہے۔ جس طرح بارش سے مردہ زمین لہلہا اُٹھتی ہے اسی طرح آسمانی وحی کے اترنے سے اخلاقی اور روحانی زندگی کی ویرانی ختم ہو جاتی ہے۔ فضائل اخلاق کی دنیا لہلہانے لگتی ہے۔ اب یہ ان لوگوں کی بد قسمتی ہے جو اس وحی اور آسمانی پیغام کو اپنے لئے رحمت سمجھنے کے بجائے اسے اپنے لئے پیام موت سمجھتے ہیں۔ (تفہیم)۔

جنوں کا نام خرد پڑ گیا، خرد کا جنوں

***

www.drhasanrizvi.org

باتوں، دلیلوں، نشانیوں اور آیتوں کو دِل سے
ماننے پر تیّار ہو کر اسلام قبول کرتے ہیں یا
سرِ تسلیم و اِطاعت خم کر دیتے ہیں ﴿۵۳﴾ ع
اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں کمزور پیدا کیا۔
پھر (۱۴) کمزوری کے بعد طاقت دی۔ پھر (۱۵) طاقت کے
بعد کمزوری اور بُڑھاپے کا دَور بنایا۔[1] (غرض
وہ جو کچھ بھی چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔
(کیونکہ) وہ بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت
رکھنے والا ہے ﴿۵۴﴾
اور جس دِن قیامت برپا ہو گی، تو گناہگار
قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم تو (دُنیا میں
تھوڑی سی دیر (یا) ایک ساعت سے زیادہ نہیں
رہے۔ اِسی طرح وہ دُنیا کی زندگی میں بھی

ع ۵ / ۸

مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ
ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ
شَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا

---

[1] یعنی بچپن، جوانی اور بڑھاپا یہ ساری حالتیں خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے کہ جسے چاہے کمزور پیدا کرے اور جسے چاہے طاقتور بنائے۔ جسے چاہے لڑکپن سے جوانی تک پہنچنے دے اور جسے چاہے جوانی ہی میں موت دے دے اور جسے چاہے شاندار جوانی کے بعد بڑھاپے میں اس طرح ایڑیاں رگڑوا دے کہ وہ دنیا والوں کے لئے عبرت کا سامان بن جائے۔ انسان چاہے کتنا ہی اکڑے مکڑے مگر وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں اس طرح بے بس ہے کہ خدا اسے جس حالت میں چاہے رکھ سکتا ہے۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾
وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ
فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ
وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

دھوکہ کھایا کرتے تھے (کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی اور نہ ہمیں کبھی خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے) ﴿۵۵﴾ مگر وہ جنھیں علم اور ایمان عطا ہوا تھا، وہ کہیں گے کہ "خدا کی تحریر یا قانون[1] (کے مطابق) تم قیامت کے دن تک پڑے رہے ہو[2]۔ اب یہی دوسری زندگی کا دن ہے (یا) یہی حشر کا دن ہے مگر تم جانتے نہیں تھے" ﴿۵۶﴾ پس وہی دن ہوگا جس دن ظالموں کا معافی مانگنا کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے، (یا اُنھیں اُن کے ظلم و ستم کی کسی طرح کی) تلافی کا کوئی موقع دیا جائے گا ﴿۵۷﴾

غرض ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے

[1] حضرت امام رضا سے روایت ہے کہ "حضور اکرمؐ نے خدا کے حکم سے اسی قاعدے کے مطابق امر امامت کو حضرت علیؑ کے سپرد فرمایا۔ اور آئندہ بھی ان کی ہی اولاد میں خدا کے چنے ہوئے لوگوں کے لئے امامت کو قرار دیا۔ انہی کو خدا نے علم و ایمان عطا فرمایا تھا اور ان ہی کی شان میں یہ آیت اتری ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۱ بحوالہ کافی و عیون اخبار الرضا)۔

[2] اس قسم کی آیات سے بظاہر عالم برزخ کے عذاب کی نفی ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آیات مرنے کے بعد قیامت کے دن تک بے خبری کا پتہ دیتی ہیں۔ اور عذاب کا تصور بغیر شعور کے ممکن نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عذاب قبر کسی خاص مدت تک کے لئے ہوتا ہے۔ وہ مدت ختم ہونے پر بے خبری ہی بے خبری کا عالم ہے۔ اس لئے اس آیت سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ (مجمع البیان)

نیز یہ کہ یہ کافروں کی حالت کا بیان ہے۔ ممکن ہے کہ مومنین پر بے خبری طاری نہ رہتی ہو اور وہ وادی السلام میں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝٥٧
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ۝٥٨
كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝٥٩
فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ

لئے قِسم قِسم کی مثالیں اور مضامین پیش کئے ہیں (یا) ہم نے اِس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا۔ مگر آپؐ اُن کے پاس کوئی نشانی، کوئی دلیل، کوئی معجزہ یا آیت لے آئیں مگر جو لوگ حق کے منکر ہیں وہ صرف یہی کہیں گے کہ "تم لوگ نہیں ہو، مگر غلط راستے پر"[1] (۵۸) اِس طرح اللہ مُہر لگا دیا کرتا ہے اُن لوگوں کے دِلوں پر جو بے عِلم ہیں (یعنی جو اَبدی حقیقتوں کو جاننا ہی نہیں چاہتے)[2] (۵۹) پس تم صبر و تحمّل سے کام لو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچّا ہے۔ اور وہ لوگ جو (اللہ پر) یقین نہیں رکھتے، تم کو ہرگز ہلکا، کمزور یا بے برداشت نہ کر دیں (یعنی حق کے دُشمن تم کو ایسا ہلکا

[1] ایک طرف تو یہ کفار معجزوں کی فرمائشیں کرتے ہیں دوسری طرف معجزے دیکھ کر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم جادو گر کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔

***

[2] مہر لگنے کا سبب حق دشمنی ہوتا ہے اور مہر لگنے کے بعد قبول حق کی استعداد ختم ہو جاتی ہے۔ ہر نعمت ناشکری پر چھین لی جاتی ہے۔ اسی طرح حق طلبی کی نعمت بھی حق دشمنی اور حق کی مسلسل تکذیب کے نتیجہ میں چھین لی جاتی ہے۔ اسی کو مہر لگنا کہتے ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور کمزور نہ پائیں کہ اُن کے شور و غوغا

مخالفت، طعنوں، فقروں یا ظلم و ستم سے

تم دَب کر مرعُوب ہو جاؤ، اور تمہاری ہِمّتیں

پَست ہو جائیں، اور وہ تمہیں ہَلکا سمجھنے لگیں[۱] (۶۰) ع

آیات ۳۴ سُورۂ لقمان مکّی رکوعات ۴

(لقمان کا سُورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مَدد مانگتے ہوئے جو سَب کو

فیض اور فائدے پہنچانے والا بیحد مُسلسل رحم کرنے والا ہے ○

الف۔ لام۔ میم (۱) یہ آیتیں ہیں حِکمت بھری

کِتاب کی (۲) جو ہدایت اور رحمت ہے اَچھّے

کام کرنے والوں کے لئے[۲] (۳) جو نماز[۱] (مُرادحقوق

اللہ) کو پابندی سے اَدا کرتے رہتے ہیں، زکوٰۃ[۲]

لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

اٰیَاتُهَا ۳۴ (۳۱) سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ﴿۱﴾

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ کفار کیونکہ شک کرنے والے اور گمراہ ہیں اس لئے ان سے دور نہیں کہ وہ آپؐ کو تکلیفیں دیں۔ مگر آپ کو غصہ نہ آنا چاہیے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۲)

اس لئے آپؐ کو ان کی حرکتیں غصہ میں نہ لائیں (تفسیر قمی)۔ یعنی حالات کیسے ہی سخت ہوں آپؐ کے ہاتھ سے صبر کا دامن نہ چھوٹے۔ متانت، استقلال اور استقامت قائم رہے تاکہ کافروں کو ہنسی یا طنز کا کوئی موقع نہ مل سکے۔ بظاہر خطاب تو رسول خداؐ سے ہے مگر سنانا اور سکھانا امت کو ہے۔ (قرطبی)۔

[۱] "وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے"

***

[۲] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ مراتب ہدایت کی حد و انتہا نہیں ہوتی۔ محسنین یعنی نیکوکار بندے تو خود ہی ہدایت کے مرتبہ اعلیٰ پر ہوتے ہیں قرآن ان کو اور بڑھا رہا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

(مُراد اِنسانوں کے حقوق) دیتے رہتے ہیں اور
آخرت[۳] کی دُوسری زندگی پر پُورا یقین رکھتے
ہیں ④ یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے راستے پر
ہیں اور یہی لوگ ہر طرح کی بہتری، مکمل بھرپُور
اَبدی حقیقی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ⑤
(ان کے برعکس) اِنسانوں ہی میں کوئی اَیسا
بھی ہوتا ہے جو بے فائدہ اللہ سے غافل کرنے
والی باتوں "لھوالحدیث[۱]" کا خریدار ہوتا ہے،
تاکہ لوگوں[۱] کو اللہ کے راستے سے بغیر کسی عِلم و
واقفیّت کے بھٹکائے اور اِس دعوتِ[۲] حق کو
ہنسی مذاق بنا کر اُڑا دے۔ یہی وہ لوگ ہیں
کہ جن کے لئے سخت ذلیل کرنے والی سزا
ہے ⑥ جب اُس کے سامنے ہماری باتیں[۳]،

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④
اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ⑤
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥

---

[۱] لہوالحدیث۔ فضول تفریحی باتوں سے مراد ایسی باتیں ہیں کہ جن کی نہ کوئی اصل ہو اور نہ فائدہ۔ فضول گوئی مراد ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۲)

نیز اس سے مراد گانے بجانے بھی ہیں شراب خوری اور ہر قسم کی لہو لعب بھی مراد ہے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم، تفسیر قمی، تفسیر مجمع البیان)۔

غرض لہوالحدیث سے مراد گانا اور اس کی مشابہ چیزیں ہیں۔ ایسا غیر مفید مشغلہ بھی اس میں شامل ہے جو حق کی طرف سے غفلت اور بے رغبتی پیدا کرے (بیضاوی)

غنایا موسیقی کے بارے میں علماء اہلسنت میں بہت اختلاف ہے۔ معتدل محققین اور فقہا کے نزدیک وہ ہلکی موسیقی جو وحشت نفس کو دور کرنے کے لئے ہو فقہائے حنیفہ کے نزدیک جائز ہے (سرخسی عینی، عنایہ، روح المعانی)۔ اگر کلام حکیمانہ ہو اور مضامین اخلاق اور معرفت کے ہوں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دلیلیں اور آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ تکبّر سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہ ہو۔ جیسے کہ اُس کے کان ہی بہرے ہیں۔ تو آپؐ اُس کو ایک سخت تکلیف دینے والی سزا کی خوش خبری سُنا دیجئے ⑦ مگر جِن لوگوں نے اَبدی حقیقتوں کو دل سے مان کر اِیمان قبول کیا اور اَچھّے اَچھّے کام بھی کرتے رہے، اُن کے لئے نِعمت بھرے جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے باغات ہیں ⑧ جن میں وہ (ہمیشہ ہمیشہ) رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچّا پکّا اور حتمی وعدہ ہے۔ اور وہ زبردست طاقت والا، عِزّت والا، اور گہری مصلحتوں کے مطابق، سمجھ بُوجھ کے ساتھ، بالکل ٹھیک کام کرنے والا ہے ⑨

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ⑧
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

تو بالکل جائز ہے (تفسیر روح المعانی) - لیکن جو گانا بجانا شہوت نفس کو ابھارنے والا ہو دین حق سے روکنے والا ہو، فرائض سے غفلت دلانے والا ہو، دین خدا کی تحقیر کرنے والا ہو، وہ گناہ ہی نہیں صریح کفر کے درجہ میں ہے-

غرض ہر وہ گانا جو عملاً دین اور خدا سے غفلت کی طرف لے جانے والا ہو، اعتقادات کو خراب کرنے والا ہو، یقیناً حرام مطلق ہے-

فقہائے جعفریہ کے نزدیک وہ موسیقی جو جنگ کے موقعہ پر جوش دلانے کے لئے استعمال کی جائے - یا شادی بیاہ کے موقع پر دف وغیرہ جائز ہے - بہرحال ان کے نزدیک بھی مقصد پیش نظر ہے - لیکن دوسری قسم کی کسی موسیقی کے جواز پر کوئی فتویٰ موجود نہیں - البتہ انقلاب اسلامی ایران کے بعد بھی ٹی وی، ریڈیو سے ڈراموں وغیرہ میں موسیقی بجائی جاتی ہے-

***

(مثال کے طور پر) اُس نے آسمانوں[۱] کو بغیر ستون کے پیدا کیا، جو تم خود دیکھ رہے ہو (یا ایسے ستون) جو تم کو نظر نہیں آتے۔ پھر[۲] اُس نے زمین میں پہاڑوں کو رکھ دیا تاکہ وہ تمھیں لئے ہوئے ڈانواں ڈول ہو کر لُڑھک نہ جائے۔ پھر[۳] اُس نے زمین میں ہر قسم کے چلنے پھرنے والے (جانور) پھیلا دئے۔ پھر[۴] ہم نے آسمان سے پانی اُتارا اور اُس سے زمین میں قسم قسم[۵] کی عُمدہ چیزیں اُگا دیں (۱۰) یہ تو ہے اللہ کی تخلیق، اَب تم مجھے دِکھاؤ کہ اُن دُوسروں نے کیا کچھ پیدا کیا؟ بلکہ اَصل بات تو یہ ہے کہ ظالم لوگ کھُلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں (۱۱) ع

ع ۱۰ / ۱

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۗ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۗ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ ع

۱۔ آسمانوں کا ستون خدا کی قدرت ہے (تفسیر ابن عباسؓ) یعنی خدا نے بغیر ستونوں کے صرف اپنی قدرت سے آسمان کو بلند کیا۔ (مجمع البیان)

جدید علوم کی روشنی میں اس کی یہ تفسیر ہو گی کہ تمام عالم افلاک میں یہ بے حد و حساب عظیم الشان تارے اور سیارے اپنے اپنے مقام اور مدار پر غیر مرئی سیاروں پر قائم ہیں۔ کوئی تار نہیں جس نے انہیں آپس میں باندھ رکھا ہو۔ صرف قانون جذب و کشش ہے جو اس پورے نظام کو تھامے ہوئے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علم کی ترقی سے اس کی اور کچھ تفسیر کی جا سکے۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

(دُوسری مثال یہ ہے کہ) ہم نے لُقمانؑ کو حِکمتؔ[1] عطا کی کہ اللہ کا شُکر اَدا کرتے رہو (کیونکہ) جو کوئی بھی خدا کا شُکر اَدا کرے گا وہ اُس کے اَپنے ہی فائدے کے لئے ہو گا۔[2] اور جس نے کُفرِ نِعمت کیا (یا) خدا کی نِعمتوں کا اِنکار یا نا شُکری کی، تو یہ حقیقت ہے کہ اللہ کو کِسی چیز کی کوئی اِحتیاج نہیں۔ (کیونکہ) وہ تو اَزخود قابِلِ تعریف ہے (خواہ کوئی اُس کی تعریف کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس کے کمال و جمال کی ہمہ وقت تعریف کر رہا ہے) ⑫

اور جب لُقمانؑ نے اَپنے بیٹے سے نصیحت کرتے ہوئے کہا: "اَے بیٹے! خُدا کے ساتھ کِسی

[1] حکمت سے مراد علم صحیح مع عمل صحیح ہے۔ (تفسیر کبیر)

امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ "یہاں حکمت سے مراد عقل و فہم ہے (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۲ بحوالہ کافی)۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد "اپنے زمانے کے امام کی معرفت بھی ہے" (تفسیر قمی)۔ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ "ہر نعمت کا شکر، خواہ وہ نعمت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، خدا کی حمد کرنا ہے" ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۲ بحوالہ کافی)

[2] امام صادقؑ سے روایت ہے کہ "جس شخص پر خدا نے نعمتیں اتاریں اور اس نے یہ بات دل سے پہچان لی (کہ یہ خدا کی دین ہے) تو گویا اس نے شکر ادا کر دیا۔

حضرت لقمان کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے بعض کے نزدیک نہ تھے۔ صرف ایک نیک بندے اور دانشمند انسان تھے۔ (بقول ابن عباسؓ، مجاہد، قتادہ و عکرمہ) مگر قرآن کا یہ کہنا کہ ہم نے حکمت عطا کی پھر ان سے مخاطب ہونا یہ بتاتا ہے کہ وہ نبی تھے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

کو شریک نہ کرنا (کیونکہ) حقیقت یہ ہے کہ شرک
بہت ہی بڑا ظُلم ہے[۱] ⑬
نیز[(۳)] ہم نے اِنسان کو اُس کے ماں باپ
کے حق کو پہچاننے کی ہدایت اور تاکید کی (کیونکہ
اُس کی ماں نے دُہری دُہری تکلیفوں پر تکلیفیں
اُٹھا کر اُسے اَپنے پیٹ میں اُٹھائے رکھّا۔ اور
دُو سال تک (دُودھ پلا کر) اُس کا دُودھ چھُڑایا
(یا) دُو سال کی عُمر میں اُس کی دُودھ بڑھائی
ہوئی (اِس لئے ہم نے اُس کو تاکید کی کہ وہ
میرا بھی شُکر اَدا کرتا رہے اور اَپنے ماں باپ کا
بھی[۲]۔ (کیونکہ آخرکار) اُس کو میری ہی طرف پلٹنا
ہے ⑭ البتہ[(۴)] اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ میرے ساتھ
کِسی اَیسے کو شریک کر جِس کا تجھے کوئی عِلم تک

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ⑬
وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی
وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ
اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ⑭
وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ

---

[۱] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "ظلم تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) ایک ظلم ایسا ہے جسے خدا بخش دے گا۔ یہ وہ ظلم ہے جو بندہ خود اپنے اوپر کرتا ہے۔ (۲) دوسرا ظلم وہ ہے جسے خدا ہرگز نہ بخشے گا یہ شرک کرنا ہے (۳) تیسرا ظلم وہ ہے جس سے خدا چشم پوشی نہ فرمائے گا۔ (یعنی ضرور حساب لے گا) وہ لوگوں کے حقوق کے متعلق ظلم ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۳ بحوالہ کافی)

***

[۲] شاہ عبدالقادر صاحب نے خوب لکھا "باپ نے اللہ کا حق بتایا، اور اللہ نے باپ کا" (موضح القرآن)

والدین کے حق کی عظمت اس قدر عظیم ہے کہ اس کا عطف خود خدا کے حق کی ادائیگی پر کیا گیا ہے۔ اور ماں کی تکلیفوں کو چند لفظوں میں کتنے بلیغ انداز سے بیان فرمایا ہے کہ حاملہ عورت کی ساری معذوریاں اور توانائیاں اس میں شامل ہو گئیں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "تیرے والدین تین ہیں۔ (۱) وہ جن کے سبب تیری

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ
وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾
يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي
صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ

نہیں ہے، تو اُن کی یہ بات ہرگز نہ ماننا۔
لیکن پھر بھی دُنیا میں اُن کے ساتھ اَچھا سلوک
کرتے رہنا[ل]، مگر[۵] پیروی اُس شخص کے راستے
کی کرنا جس نے مُجھ سے لَو لگا کر میری طرف
توجّہ کر رکھی ہے۔ (کیونکہ) پھر میری ہی طرف تم
لوگوں کو پلٹنا بھی ہے۔ اُس وقت میں تمھیں
بتلا دُوں گا جو کچھ کہ تم کرتے رہے ہو ﴿۱۵﴾
(اور لقمانؑ نے یہ بھی کہا) "اے بیٹا! اگر
کوئی (چھوٹی[۶] سے چھوٹی) چیز رائی کے دانے کے برابر
بھی ہو اور وہ کسی پتّھر یا چٹان کے اَندر (چھپی)
ہو یا آسمانوں میں (چھپی) ہو، یا پھر زمین میں
کہیں (چھپی) ہو، اللہ اُسے (ہر صُورت میں) نِکال
لائے گا (یعنی اللہ کے عِلم اور گرفت سے کوئی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

ولادت ہوئی - (۲) وہ جنھوں نے تجھے اپنی بیٹی دی اور (۳) وہ جنھوں نے تجھے علم دیا- اور سب سے افضل والدین وہ ہیں جو علم دیں" (الحدیث)

سارے علم کے حصول کا واسطہ رسول اکرمؐ ہیں- آپؐ نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں" حضور اکرمؐ نے فرمایا "میںؐ اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں" غرض والدین کی اعلیٰ ترین فرد تو محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰؑ ہیں- پھر ان کے ورثہ ائمہ اہلبیتؑ ہیں پھر سارے انبیاءؑ اولیاء علما صالحین بھی اسی صف میں آتے ہیں-

***

ل کافر مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم - (۱) ماں باپ کے حق کی اہمیت کو بھی بتاتا ہے اور ان کے حق ایمانی کے علاوہ (۲) حق انسانی کو بھی بتاتا ہے - بہرحال کافر مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی نرم سلوک ضروری ہے- مگر دین کے معاملات میں مخالفت بھی ضروری ہے (مجمع البیان)-

***

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ

چیز کسی طرح بچ نہیں سکتی) (کیونکہ) اللہ باریک

نِگاہ والا، چھوٹی سے چھوٹی چیز کا دیکھنے، جاننے

اور محسوس کرنے والا بھی ہے اور ہر چیز سے

پوری طرح واقف بھی ہے ﴿۱۶﴾ اِس لئے بیٹا! نماز(۷)

کو پابندی سے اَدا کرتے رہو۔ اَچھّے(۸) کاموں کی

ترغیب دیتے رہو۔ اور بُرے(۹) کاموں سے روکتے

رہو۔ اور جو(۱۰) مُصیبت پڑے اُس پر صبر کرتے رہو۔[۱]

حقیقت یہ ہے کہ یہ (سب حِکمتیں اُن) اہم باتوں

میں سے ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے (یا) یہ

بڑے مضبوط حوصلے اور ہمّت کے کاموں میں سے

ہے۔(یعنی یہ اُن کاموں میں سے ہیں جن کے لیے

بڑا دل گُردہ چاہیئے) ﴿۱۷﴾ (نیز یہ کہ) لوگوں(۱۱) سے

مُنہ پھیر کر (یعنی) اَکڑ اَکڑ کر بات نہ کرنا[۲]

[۱] چونکہ علم خدا میں گزر چکا تھا کہ آل محمد مصیبتوں پر صبر کریں گے اسی لئے انہیں کو امام مقرر فرمایا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۷ بحوالہ تفسیر قمی)

آیت کے مفہوم میں وسعت سے کام لیا جائے تو زمانہ حال کی ساری ترقیاں اس کے تحت آجاتی ہیں۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ٭لوگوں کو نیکی کی ترغیب دینے اور برائی سے روکنے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کو برداشت کرلو٭ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۳ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

***

[۲] یا لوگوں کے سامنے اپنا رخسار نہ جھکاؤ کا مطلب یہ ہے کہ مالداروں کے سامنے مال کی طمع میں تذلل نہ اختیار کرو۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم بقول امام محمد باقرؑ)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ٭تکبر سے لوگوں کی طرف سے منہ نہ پھیرو اور کسی کی توہین کرنے کے لئے کسی کے بات کرنے پر اس کی تذلیل و تحقیر نہ کرو۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۳ بحوالہ تفسیر مجمع البیان، تفسیر تبیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾
وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ

اور (۱۲) نہ زمین پر اکڑ مکڑ کر اِتراتے ہوئے چلنا (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ اللہ کِسی (۱۳) خود پسند اکڑنے والے اور اِتراتے ہوئے شیخی مارنے اور فخر کر کر کے اَپنی بڑائی بیان کرنے والے کو پسند ہی نہیں کرتا ﴿۱۸﴾ (اِس لئے) اَپنی چال میں اِعتدال یا میانہ رَوی اختیار کرو (یعنی ایک سیدھے سادھے معقول شریف آدمی کی سی چال چلو جس میں نہ اکڑ مکڑ ہو اور نہ مَریل پنا یا ریاکاری کی اِنکساری ہو[۱]) اور (۱۴) اَپنی آواز ہلکی دِھیمی رکھو۔ یقیناً سَب سے زیادہ بُری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے (مطلب یہ نہیں کہ کبھی زور سے بولا ہی نہ جائے۔ بلکہ گدھے کی تشبیہ دے کر اَیسی سخت کرخت بے مقصد چیخ پُکار، ڈانٹ پھٹکار

---

[۱] حضور اکرمؐ نے اکڑ کر چلنے کو منع فرمایا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی شخص اچھا لباس پہنے اور پھر اکڑے گا۔ تو خدا اسے جہنم کے کنارے پر کھڑا کر کے اس کنارے تک کو جہنم میں دھنسا دے اور وہ قارون کا ساتھی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ قارون ہی وہ پہلا شخص ہے جو اکڑا کرتا تھا۔ اسے زمین میں مع اس کے مکان کے دھنسا دیا گیا" نیز فرمایا" اکڑنے والا خدا سے اس کے جبروت کو چھین لینا چاہتا ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۴ بحوالہ المحاسن)

***

ع ۲ ۸ ۱۱ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَ
مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا

سے روکا گیا ہے جو تکبّر کرنے ' ڈھونس جمانے
والے ' دُوسروں کو ذلیل اور مرعُوب کرنے کے
لئے گلا پھاڑنے والے لفنگے دادا گیر بدمعاش
کی ہوتی ہے [1] (۱۹) ع
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے قابُو
میں دے دیا ہے (یا) تمھارے ہی کام میں لگا
رکھا ہے ' تمام اُن چیزوں کو جو آسمانوں میں
ہیں اور جو زمین میں ہیں ؟ (یا) کیا تم نے
نہیں دیکھا کہ اللہ نے اُن تمام چیزوں کو جو
آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں 'تمھیں
فائدہ پہنچانے پر مجبُور کر دیا ہے ؟ اور تم پر اَپنی
ظاہری اور باطنی 'کھُلی چھُپی نِعمتوں کو پھیلا
دیا ہے ؟ [2] (یا) تم پر اَپنی حِسّی اور معنوی نِعمتیں

[1] خلاصہ یہ ہے کہ چال ڈھال ، بول چال ، آواز و گفتار ، غرض ہر چیز میں انسان کو متکبرین کے طریقے سے بچنا ضروری ہے گویا اخلاق وآداب کی جزئیات تک کی تعلیم شریعت میں دے دی گئی ہے۔ (ماجدی)

***

[2] ظاہری نعمتیں تکوینی نعمتیں ہیں ۔ جن کا ادراک حواس سے ہوسکے ۔ باطنی یا چھپی ہوئی نعمتیں وہ ہیں جن کا ادراک عقل سے ہوتا ہے۔

اللہ کی ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو آنکھوں کے سامنے ہیں اور بقول ابن عباسؓ جو سب کو معلوم ہیں اور باطنی نعمتیں ہمارے علم سے باہر ہیں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ظاہری نعمت اسلام ہے اور انسان کی خلقت کا درست ہونا ہے اور باطنی نعمت یہ ہے کہ خدا ہمارے گناہوں کو چھپا لیتا ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

پُوری کر رکھّی ہیں ؟ (مگر اِس پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ) کچھ لوگ تو بغیر کچھ جانے بُوجھے ‘ اور بغیر کِسی روشنی دِکھانے والی کِتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں ﴿۲۰﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی پیَروی کرو جس کو اللہ نے اُتارا ہے ‘ تو وہ کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو اُس چیز کی پیَروی کریں گے جس پر ہم نے اَپنے باپ دادا (یا) اَپنے بڑوں کو پایا ہے ۔ کیا یہ اُنھیں کی پیَروی کرتے رہیں گے ‘ خواہ شیطان اُن کو بھڑکتی ہوئی (جہنّم کی) آگ ہی کی طرف کیوں نہ بُلا رہا ہو ؟ ﴿۲۱﴾

(اِس کے برعکس) جو شخص اَپنے کو اللہ کے حوالے کردے ‘ اِس حالت میں کہ وہ اَچھے اَچھے

هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ
مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ
يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾
وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

بعض نے کہا کہ ظاہری نعمت دنیا کی نعمتیں ہیں اور باطنی آخرت کی نعمتیں ہیں ظاہری نعمتیں اعضاء جوارح ہیں اور باطنی نعمت قرآن کی تاویل ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ " ظاہری نعمت پیغمبرؐ خدا ہیں کہ آپؐ نے خدا کی معرفت کروائی اور باطنی نعمت آل محمدؐ کی ولایت ہے۔ یعنی محبت اطاعت اور ان کی سرپرستی کو قبول کرنا۔

علامہ طبرسی نے لکھا " ان تمام باتوں میں کوئی منافات نہیں۔ یہ سب کی سب اللہ کی ظاہری باطنی نعمتیں ہیں۔ (مجمع البیان)۔

***

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾
وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۗ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

کام کرنے والا بھی ہو (یا) عملاً نیک بھی ہو، اُس نے واقعاً ایک مضبُوط، بھروسے کے قابل سہارا (یا) حلقہ تھام لیا[۱] (یعنی اَب اُسے اَپنے انجام کی تباہی کا کوئی خوف نہ رہا) (کیونکہ) سارے کے سارے معاملات کا آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ﴿۲۲﴾ اَب رہا وہ جو (اِس ٹھوس حقیقت کا) اِنکاری ہے، تو آپؐ اُس کے اِس اِنکار پر غم نہ کریں، اُنھیں لَوٹ پَلٹ کر تو بہرحال ہمارے ہی پاس آنا ہے۔ اُس وقت ہم انھیں بتلا دیں گے کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔ (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ اللہ تو سینوں کے اندر کی باتوں (یعنی) چھُپے ہوئے رازوں، اِرادوں اور خیالوں تک کو خوب اچھّی طرح

---

[۱] مضبوط رسی یا حلقہ سے مراد عقیدہ توحید بھی ہے۔ رسولؐ اور آل رسولؐ کی معرفت اور محبت بھی ہے۔ امام معصومؑ کی معرفت اور اطاعت بھی ہے۔ یہ سب ایک دوسرے کی لئے لازم و ملزوم ہیں جس نے امامؑ کی معرفت حاصل کی اس نے توحید، رسالت، ولایت سب کو سمولیا۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کی بندگی میں دے دے اور اپنی کوئی چیز خدا کی بندگی سے الگ کر کے نہ رکھے اور اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دے اور اسی کے قانون کو اپنی زندگی کا آئین بنالے تو اس کے لئے کوئی خطرہ اس بات کا نہیں رہتا کہ اسے غلط رہنمائی ملے گی، یا اس کا انجام خراب ہوگا۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

سے جاننے والا ہے (۲۳) ایسے لوگوں کو ہم (اتمامِ
حُجّت کے لئے) تھوڑے سے دِن مزے اُڑانے کا
مَوقع تو (ضرور) دے دیتے ہیں، پھر اُن کو
بے بس کر کے زبردستی ایک بہت ہی سخت سزا
کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے (۲۴)

اَب اگر تم اُن سے پُوچھو کہ آسمانوں اور زمین
کو کِس نے پَیدا کیا ؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ
اللہ نے ۔ کہئے کہ خدا کا شکر (یا) تمام تعریفیں
اللہ ہی کے لئے ہیں ۔ مگر اُن میں کے اکثر لوگ
(اِتنی بات بھی) نہیں جانتے[1] (۲۵) آسمانوں اور زمین
میں جو کچھ بھی ہے وہ سَب کا سَب اللہ ہی کا ہے۔
اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کِسی چیز کا محتاج
نہیں[2] (کیونکہ) وہ اپنی ذات میں ازخود قابلِ

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾
وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ
اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾
لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ

---

[1] حضور اکرمؐ نے فرمایا "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی فطرتاً وہ خدا کو پہچاننا چاہتا ہے۔ اسی لئے خدا نے یہ فرمایا کہ اگر تم ان سے پوچھو گے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۵ بحوالہ التوحید)

حضرت امام نقیؑ سے روایت ہے "واحد یعنی ایک وہ ہے جس کی یکتائی بیانؔ کرنے میں بے شمار زبانیں یک زبان ہوں" (تحف العقول)

منطقی استدلال یہ ہے کہ کوئی جو پیدا کیا گیا ہو معبود نہیں ہو سکتا۔ اس لئے عالم میں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

* * *

[2] آخر میں یہ بتایا کہ اگر یہ خدا کو نہیں مانتے تو اس سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ کیونکہ یہ ساری کائنات خدا کی زیر خدمات ہے۔ چند سر پھروں کے نہ ماننے کی حقیقت ہی کیا ہے؟ خدا کو ان کے ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خدا بے نیاز مطلق ہے۔ (مجمع البیان)

* * *

www.drhasanrizvi.org

تعریف ہے۔ (یعنی وہ ہماری تعریف کا بھی محتاج نہیں کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس کے کمال و جمال، اُس کی خلّاقی اور رزّاقی کا مُعترف بھی ہے اور گواہ بھی۔ اِس لئے ہمارے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے) ﴿۲۶﴾ (یہاں تک کہ) زمین میں جتنے درخت ہیں، اگر وہ سَب کے سَب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائیں) جس میں سات اور سمندر بھی شامل ہو جائیں، تَب بھی اللہ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں (یا) تب بھی اللہ کے کلمات کی حکایت ختم نہ ہو گی۔ حقیقتاً اللہ زبردست طاقت والا، عِزّت والا اور گہری مصلحتوں اور حِکمتوں کے مُطابق سمجھ بُوجھ کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے[۱] ﴿۲۷﴾ تم سَب کا پَیدا

الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾
وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ
يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ
اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

---

[۱] کلمات الہیٰ یعنی خدا کی باتوں کی ایک تفسیر "معلومات الہیٰ" کی گئی ہے۔ (فتح الرحمن)

اور دوسری تفسیر خدا کی قدرت کی باتیں۔ خدا کی قدرت کے عجائبات، حکمتیں اور خدا کا علم مراد ہے (تبیان)

یہاں پر خدا کا خود کو عزیز و حکیم فرمانا غالباً اس لئے ہے کہ قدرت اور علم وہ دو صفتیں ہیں جو خدا کی تمام صفات و افعال سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے عموم کے بعد ان دو صفات کو خصوصاً بیان فرمایا۔ (تھانوی) سات سمندروں سے عربوں کے محاورے میں فقط سات کا عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

کردینا اور پھر تمہارا دوبارہ زندہ کرکے اُٹھا دینا (خدا کے لئے) بس ایسا ہے جیسے ایک شخص کا (پیدا کردینا اور مار کر زندہ کر اُٹھانا)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہر چیز کا سننے والا اور دیکھنے بھالنے والا ہے[۱] (۲۸)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دِن میں داخل کرکے لے آتا ہے اور دِن کو رات میں (پروتا ہوا لے آتا ہے)؟ اُس نے چاند اور سُورج کو کام میں لگا رکھّا ہے (یا) قابُو کر رکھا ہے۔ سَب کے سَب ایک مُقرّرہ مدّت تک چلے جا رہے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس سے پُوری طرح باخبر ہے[۲] (۲۹) یہ سَب کچھ اِس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾

[۱] اب حشر و نشر کے بارے میں کوئی اس لئے تعجب کرے کہ بھلا اتنی بے شمار مخلوق ایک دم سے کیوں کر پیدا ہو جائے گی؟ تو اللہ کی قدرت کے سامنے ایک آدمی اور اربوں آدمیوں کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں بعض مفسرین نے کہا کہ مشرکین کو یہ اعتراض تھا کہ خدا نے دنیا میں تو ہم کو رفتہ رفتہ پیدا کیا اور قیامت میں کہا جا رہا ہے کہ ایک دم سے سب زندہ ہو جائیں گے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری (مجمع البیان)۔

***

[۲] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ (۱) تمام تصرفات تکوینی تمام تر خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور (۲) اس کا علم کامل، اکمل اور ہمہ گیر محیط ہے (۳) دنیا کے موجودہ نظام تکوینی کی مدت عمر بس قیامت تک ہے اس کے بعد ایک دوسرے ہی نظام کا دور شروع ہو گا اور یہ بساط الٹ دی جائے گی۔ (۴) سیاہ رات روشن دن، چمکتا سورج، دمکتا چاند سب خدا کی واحد ذات کے جلوے ہیں۔ اور اسی کی تخلیق ہیں اس لئے اس سے بڑی کوئی حماقت ممکن ہی نہیں کہ ان کو دیوتا سمجھ کر معبود فرض کر لیا جائے۔

***

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

(کی ذات) حق ہے (یعنی حقیقی فاعلِ مُختار اور مخلُوقات پر حکومت کرنے والا خدا ہی ہے) اور جن جن چیزوں کو وہ خدا کے سِوا، یا خدا کو چھوڑ کر (خدا سمجھ کر) پُکارتے ہیں، وہ (سب) بے حقیقت ہے۔ حقیقتاً اللہ ہی سب سے اُونچا، بڑا، بزرگ و بَرتر شان والا ہے[1] ﴿۳۰﴾ ع

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل و کرم سے چلتی ہے۔ تاکہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دِکھائے۔ درحقیقت اِس میں بہت سی دلیلیں اور نشانیاں ہیں، اُس شخص کے لئے جو بڑا صبر اور شُکر کرنے والا ہو[2] (صَبر کی وجہ سے وہ توحید پر مضبوطی سے قائم رہے گا اور شُکر کی وجہ سے وہ توحید کی حقیقت تک پہنچ جائے گا) ﴿۳۱﴾

ع ۱۲/۱۱

[1] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ واجب الوجود صرف خدا کی ذات ہے۔ وجود حقیقی صرف خدا کا ہے۔ باقی سب اسی کے سبب سے ہیں۔ تمام صفات عالیہ اور تمام کبریائی اور بڑائی اسی خدائے واحد کے لئے ہے۔ اس لئے صرف اور صرف وہی معبودیت، الوہیت اور حاکیت کا مستحق ہے۔

* * *

[2] "صبار و شکور" یعنی بہت صبر اور شکر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خدا کی نشانیوں اور آیتوں پر بہت غور و فکر کرتے ہیں، خدا کی نعمتوں کو بہت یاد کرتے ہیں اور ان کا شکر ادا کرنے کے لئے خود کو وقف کر دیتے ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۵)

"اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو فقر وفاقہ برداشت کرے اور ہر حالت میں خدا کا شکر کرتا رہے (تفسیر قمی)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ
لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ
وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۟
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ
وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ؗ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ

اور جب اُن پر سمندر کی موجیں سائے کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں، اُس کا خالص اعتقاد رکھتے ہوئے۔ مگر جب وہ اُن کو خشکی کی طرف بچا کر پہنچا دیتا ہے، تو اُن میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو اِعتدال کے راستے پر قائم رہتے ہیں، اور ہماری باتوں، نشانیوں اور دلیلوں کا اِنکار تو بس وہی کرتے ہیں جو بدعہد، غدّار اور ناشکرے ہیں (۳۲) (اِس لئے) اَے لوگو! بچو اَپنے پالنے والے مالک کے غیظ وغضب اور ناراضگی سے، اور ڈرو اُس دِن سے جب نہ کوئی باپ اَپنے بیٹے تک کو کوئی فائدہ پہنچا سکے گا (یا) کوئی باپ اَپنے بیٹے کی طرف سے کوئی بدلہ تک نہ دے سکے گا اور نہ کوئی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

صبار و شکور سے مراد مومن ہے اس لئے کہ ایمان کے دو حصے ہیں - ایمان آدھا صبر ہے اور آدھا شکر ہے (تفسیر مجمع البیان)

ذرا غور تو فرمائیں کہ میلوں گہرے جوش مارتے سمندروں پر انسان جیسا ایک مٹھی بھر خاک کا وجود کس طرح حکمرانی کر رہا ہے کہ لوہے لکڑی کو جوڑ جاڑ کر ان میں کیلیں ٹھوک ٹھاک کر، بھاپ اور بجلی کے ذریعے سیکڑوں ہزاروں میل کے فاصلے لاکھوں خطرات کے ہوتے ہوئے طے کرتا ہے اور کروڑوں کی مالیت کا تجارتی نفع کماتا ہے - پھر ڈکار بھی نہیں لیتا کہ یہ کس کا احسان ہے-

آخر میں خدا کا مومن کو صابر و شاکر کہنا اس لئے بھی ہے کہ بحری سفر میں صبر کے بھی بے حد مواقع آتے ہیں اور شکر کے بھی (ماجدی)-

***

www.drhasanrizvi.org

شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۟ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۞ ۳۳

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۞ ۳۴ ع ۱۲

بیٹا اپنے باپ کو کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچا سکے گا۔ حقیقتاً خدا کا وعدہ بالکل سچّا ہے۔ تمھیں دُنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکے باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا (دے کر چوٹ) دے جائے[۱] (۳۳)

حقیقت یہ ہے کہ قیامت[(۱)] کے وقت کا عِلم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش[(۲)] برساتا ہے اور وہی[(۳)] اُسے بھی جانتا ہے جو کچھ کہ ماؤں کے پیٹ میں ہے۔ اور کوئی سانس لینے والا نہیں جانتا کہ کل[(۴)] وہ کیا عمل کرے گا؟ اور کوئی متنفّس (شخص) نہیں جانتا کہ کِس زمین پر اُس کو مَوت آئے گی۔ حقیقتاً اللہ ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے[۲] ع (۳۴)

---

[۱] امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ "دنیا دو طرح کی ہے - ایک دنیا (کا تصور) وہ ہے کہ آخرت کی تیاری کے لئے دن گزارے جائیں - دوسری دنیا وہ ہے کہ آخرت کو بھلا کر دائمی لعنت مول لینے کا اثاثہ بنا لیا جائے (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۵ بحوالہ کافی)

***

[۲] امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی مقرب فرشتہ بھی نہیں جانتا - اور نہ کوئی نبی رسولؑ جانتے ہیں" - (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۵ بحوالہ تفسیر قمی)

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ علم غیب جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا یہی پانچ چیزیں ہیں - جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے - (نہج البلاغہ)

مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کی تفصیلی خبریں خدا کے سوا کسی کو نہیں معلوم البتہ اجمالی خبریں انبیاءؑ اور ائمہؑ نے دی ہیں - وہ بھی خدا ہی کے دیئے ہوئے علم سے - (تفسیر صافی)

***

www.drhasanrizvi.org

آیات ۳۰ سورۂ سجدہ مکیؔ رکوعات ۳

(سجدہ والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○
الف ۔ لام ۔ میم ① اس کتاب (قرآن) کا اُتارا
جانا بلاشبہ تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کی
طرف سے ہے[1] ② کیا وہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے
اسے ازخود گھڑ لیا ہے ۔ نہیں ۔ بلکہ یہ ''حق'' (یا)
حقیقت ہے'' آپؐ کے پالنے والے مالک کی طرف
سے (اُترا ہوا) تاکہ آپؐ بُرائی کے بُرے انجام سے
ڈرائیں'' اُس قوم کو جس کے پاس آپؐ سے پہلے
کوئی ڈرانے والا نہیں آیا[2] تاکہ شاید وہ ہدایت

ایاتھا ۳۰ (۳۲) سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ①

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ②

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ
قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُوْنَ ③

---

[1] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ قرآن وہ کتاب ہے کہ جس میں کسی قسم کا کوئی شک اشتباہ اور تذبذب کا کہیں کوئی گزر نہیں ۔ اس لئے اس کے تمام مضامین سر تا سر سرمایہ تسکین اور خزانہ سکون ہیں اور یقین اور اطمینان کا سرچشمہ ہیں ۔

***

[2] مطلب یہ نہیں کہ عرب میں کوئی نبی ہی نہیں آیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک طویل مدت سے ادھر کوئی معصوم رہنما نمایاں طور پر نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا ۔ جو پچھلے انبیاء کے تمام محو شدہ نقوش تازہ کر دے ۔ (فصل الخطاب)

مراد یہ ہے کہ دین ابراہیمی و اسماعیلی کے بعد جب سے یہ قوم عرب کفر و شرک میں مبتلا ہوئی اس وقت سے کوئی پیمبر ان میں نہیں آیا ۔ (تفسیر کبیر امام رازی مطابق قول ابن عباسؓ و مقاتل)

***

www.drhasanrizvi.org

حاصل کریں (۳)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کی (تمام) چیزوں کو چھ دِنوں (مرحلوں STAGES) میں پیدا کیا اور اُس کے بعد تختِ (شاہی) 'عرش' پر جلوہ فرما ہوا (یعنی اُس نے ساری کائنات کا بندوبست یا اِنتظامات شروع فرمائے) اُس کو چھوڑ کر نہ تو تمھارا کوئی مالک یا حمایت کرنے والا مددگار ہے' اور نہ کوئی سفارشی ہے۔[1] پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ (۴) وہی آسمان سے زمین تک دُنیا کے (تمام) معاملات کی تدبیر یا اِنتظام کرتا ہے۔ پھر اِس تدبیر کی تمام تفصیلات اور روداد اُوپر اُس کے سامنے پیش کی جائے گی[2]' ایک ایسے دن جس

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾

---

[1] کوئی بھی ہمارا نہ مستقلاً مددگار ہے' نہ شافع جیسا کہ تمام مشرکانہ مذہبوں نے سمجھ رکھا ہے۔ مشرکوں نے جزا اور سزا کا تعلق خدا سے بس برائے نام جوڑ رکھا تھا۔ اسلام نے واضح طور پر بتا دیا کہ حکم نافذ کرنے والا، آخری فیصلے صادر کرنے والا، دنیا اور آخرت دونوں میں صرف اور صرف خدا ہے البتہ خدا کی اجازت کی قید لگا کر دوسری جگہ بتا دیا کہ خدا نے خود جس طرح دنیا میں سلسلہ اسباب کو پھیلایا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ملائیکہ، انبیاءؑ، اولیاء، صالحین، معصوم بچوں کو سفارش کے لئے اکٹھا کھڑا کرے گا اور گناہگار مومنین کی مغفرت کا ذریعہ ان کو بنا دے گا (ماجدی)

***

[2] علامہ طبرسی نے یہ معنی لکھے کہ فرشتہ آسمان سے خدا کے فیصلوں کو لے کر اترتا ہے۔ اور پھر ان امور کو پہنچا کر اوپر چڑھ جاتا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)
حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تدبیر امر سے مراد خدا کا قضا و قدر کا نظام ہے (قرطبی، معالم)۔

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ
مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾
ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾
ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

کی مقدار تمھاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے[1] ﴿۵﴾ (غرض) وہی ہے ہر چھپی ہوئی اور ظاہری دیکھی اور اَن دیکھی تمام چیزوں کا جاننے والا، زبردست طاقت والا، عزّت والا اور بے حد مُسلسل رحم کرنے والا ﴿۶﴾ جس نے جو چیز بھی بنائی، بہت ہی اچھی بنائی۔ اُسی نے اِنسان کی پیدائش گیلی مٹی سے شروع کی ﴿۷﴾ پھر اُس کی نسل نُطفہ (یعنی) ایک ذلیل بے قدر پانی کے نچوڑ سے چلائی ﴿۸﴾ پھر اُس کے جسم کو تیّار کیا اور اُس میں اپنی رُوح کا ایک حصّہ پھُونک دیا[2]۔ اور تمھیں سننے کی طاقت دی، (دیکھتی) نِگاہیں دیں، اور (سوچتے سمجھتے) دل و دماغ دئے۔ (مگر) تم ہو کہ بہت

[1] ہمارے دنوں کے حساب سے ایک ہزار برس کا ہونا مرکز نور سے دور ہونے کی مناسبت سے ہے۔ ڈاکٹر شابلی کی تحقیق کے مطابق فضا میں ایک مرکز نور ہے۔ جس کے چاروں طرف تمام سورج چکر کاٹ رہے ہیں۔ اور ان کا ایک چکر تیس کروڑ سال میں ختم ہوتا ہے۔ گویا ہمارے تیس کروڑ سال ان سورجوں کے ایک سال کے برابر ہیں۔ اور ان کا ایک دن ہمارے تیس کروڑ دن یعنی آٹھ لاکھ اکیس ہزار نو سو دو سال کے برابر ہے۔ کیونکہ آسمان پر نظام ہائے شمسی کی تعداد کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ہر سورج کی گردش اپنے مرکز کے گرد دوسرے سے مختلف رفتار میں ہے۔ اس لئے ہر نظام شمسی میں دنوں مہینوں کی مدت مختلف ہے۔ (دو قرآن)

***

[2] خدا کا روح کو اپنی طرف نسبت دینا، اپنی روح کہنا اضافت تشریفی یعنی تعظیم کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسے بیت اللہ یعنی خدا کا گھر صرف گھر کو عزت دینے کے لئے خدا نے کعبہ کو اپنا گھر کہا ہے۔ ورنہ معاذ اللہ وہ وہاں رہتا نہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

ہی کم شُکر اَدا کرتے ہو ⑨

پھر اُنھوں نے کہا کہ جب ہم زمین میں کھو جائیں گے، تو کیا ہم پھر نئے سِرے سے پَیدا کیے جائیں گے؟ اَصلی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ اَپنے پالنے والے مالک سے مُلاقات ہی کے مُنکر ہیں ⑩ اِن سے کہہ دیجیے کہ تمھاری زندگی کی مُدّت کو مَوت کا فرِشتہ پُورا کرتا ہے جو تم پر مُقرّر ہے، پھر تم اَپنے پالنے والے مالک کی طرف پلٹ کر واپس جاؤ گے (یا) اُن سے کہیے کہ مَوت کا وہ فرِشتہ جو تم پر مُقرّر کیا گیا ہے، تم کو پُوری طرح اَپنے قبضہ میں لے کر چھوڑے گا اورؔ[1] پھر تم اَپنے پالنے والے مالک کی طرف پلٹائے جاؤ گے ⑪ ع

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ ع ۱۲

[1] ملک الموت کو روح قبض کرنے پر خدا نے مقرر کیا ہے اس لئے موت کی نسبت ملک الموت کی طرف دی گئی ۔ حالانکہ اصل فاعل یا موت دینے والا خدا ہوتا ہے ۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ ذرائع اور واسطوں کی طرف فعل کی نسبت دینا، یہ مانتے ہوئے کہ اصل فاعل خدا ہے، شرک نہیں اسی طرح خدا کو اصل مددگار مانتے ہوئے، اللہ والوں کو خاص کر حضرت علیؑ کو یا رسول خداؐ کو بحیثیت وسیلہ مدد کے لئے پکارا جائے تو اس سے شرک لازم نہیں آتا ہم اور لوگوں کو بھی تو مدد کے لئے پکارتے ہیں جب کہ نماز میں یہی کہتے ہیں کہ "سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" مطلب یہ ہے کہ اصل مددگار خدا کو مانتے ہوئے، خدا کے بنائے ہوئے وسیلوں کو پکارنا شرک نہیں ۔ (فصل الخطاب)

رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ملک الموت نے معراج کی رات مجھ سے کہا کہ "قسم ہے اللہ کی کہ اگر میں ایک مچھر کی جان بھی اپنے ارادے سے لینا چاہوں تو وہ بھی میرے بس کی بات نہیں، جب تک کہ خدا کے پاس سے اس کا حکم نہ ہو" (ابن کثیر از ابن ابی حاتم)

***

www.drhasanrizvi.org

اور کاش تم دیکھتے جس وقت یہ مُجرم گناہگار لوگ سَر جُھکائے ہوئے اَپنے مالک کے سامنے کھڑے ہوں گے (اور گڑ گڑا گڑگڑا کرکہہ رہے ہوں گے) "اَے ہمارے مالک! ہم نے خُوب دیکھ لیا اور سُن لیا۔ اَب تو ہمیں دوبارہ (دُنیا میں) پلٹا دے، تو ہم اَچھّے نیک اعمال کریں گے (کیونکہ) اَب ہمیں یقین آگیا ہے[1]" ⑫ اگر ہم یہی چاہتے (کہ بغیر عقل و اِختیار کے اِستعمال کئے ہَر شخص زبردستی ہماری اِطاعت کرے) تو ہم ہَر شخص کو پہلے ہی (تمام پوشیدہ حقائق آنکھوں سے دِکھا کر، بغیر عقل و اختیار دئے اور بغیر عمل کا اِمتحان لئے) ہدایت دے دیتے[2]۔ مگر (اِمتحان کے ذریعہ) میری وہ بات پُوری اورسچّی ہو کر ہی رہی

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

---

[1] اب یقین آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم تو حقیقت کو نگاہوں سے اوجھل اور حواس سے مخفی رکھ کر تمہارا امتحان لینا چاہتے تھے کہ تم براہ راست خدا کو بے نقاب دیکھنے کے بجائے اس کی علامات دیکھ کر اپنی عقل سے اس کو پہچانو۔ (تفہیم)۔

***

[2] "ہر متنفس کو ہدایت عطا کر دیتے" کا مطلب یہ ہے کہ جبری طور پر صحیح راستے پر لگا دیتے یا ایسا بناتے کہ کوئی گناہ کر ہی نہ سکتا۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم) یا ایسا کوئی معجزہ دکھا دیتے کہ سب کے سب زبردستی ایمان لے آتے (مجمع البیان)

یا ان کو دنیا میں مرنے کے بعد پھر بھیج دیتے۔ مگر دور عمل کے ختم ہو جانے کے بعد ایسا کرنا ہمارے اصول کے خلاف ہے ۔ (تبیان)

غرض یہ تمام صورتیں اللہ کے قانون امتحان اور حکمت تخلیق کے خلاف ہوتیں اس لئے ہم نے ایسا نہ کیا۔

***

www.drhasanrizvi.org

کہ میں جہنّم کو (سرکش) جنوں اور اِنسانوں سے
بھر دُوں گا ⑬ تو اَب تم (اِس جرم کی سزا)
چکّھو کہ (تم ہم سے) اِس دِن کی مُلاقات کو
بھُولے بیٹھے تھے۔ تو اَب ہم نے بھی تم کو بھُلا
دیا۔[1] تو اَب چکّھو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا مزہ،
اُن کاموں کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے (یہ
آیت عدلِ الٰہی کی مُنہ بولتی دلیل ہے) ⑭
غرض ہماری باتوں، دلیلوں، نشانیوں اور
آیتوں پر تو بس وہی لوگ دِل سے مان کر
اِیمان لاتے ہیں کہ جب اُنھیں اِن (آیتوں) کو
سُنا سُنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں
گِر گِر پڑتے ہیں[2] اور اَپنے پالنے والے مالک کی
تعریف (حمد) کرتے ہوئے اُس کی تسبیح کرتے ہیں

أَجْمَعِيْنَ ⑬
فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ إِنَّا نَسِيْنٰكُمْ
وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑭
إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا

---

[1] خدا کے بھلانے کا مطلب اپنی رحمت سے محروم کر دینا ہوتا ہے۔ اس کے ہمیشہ مجازی معنی ہوں گے۔ (ماجدی)

***

[2] یعنی وہ اپنے غلط خیالات کو چھوڑ کر اللہ اور رسولؐ کی بات مان لینے کو اپنی شان سے گری ہوئی بات نہیں سمجھتے۔ نفس کی بڑائی انہیں قبول حق اور اطاعت رب سے نہیں روکتی۔ راتوں کو بدمعاشیوں میں مصروف رہنے کے بجائے وہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ دن بھر اپنے فرائض کو ادا کر چکنے کے بعد رات کو وہ اپنے رب کے سامنے ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی کے خوف سے کانپتے ہیں اور اسی سے اپنی ساری امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔ (تفہیم)

***

وَسَبَّحُوا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ ۩ ۱۵
تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُونَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا
وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ ۱۶
فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٍ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ۱۷

(یعنی اُس کی تعریف کے ساتھ ساتھ اُس کی پاکی اور بے عیب ہونے کے اِنتہائی کمال کا اقرار اور اِعتراف کرتے ہیں) اور تکبّر بالکل نہیں کرتے (سجدۂ واجب ادا کیجئے)[۱] ۱۵ اُن کی پیٹھیں اور پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (کیونکہ) وہ اَپنے پالنے والے مالک کو ڈرتے، سہمتے اور اُس سے اَچھّی اَچھّی اُمیدیں اور توقعات باندھے، اُسے پُکارتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُنھیں دیا ہے، اُس میں سے وہ خیرات کرتے رہتے ہیں[۲] ۱۶ تو کوئی آدمی نہیں جانتا اُس آنکھوں کو ٹھنڈا رکھنے والے (بے انتہا خوبصورت اور پُرلذّت) سامان کو جو اُن کے کاموں کے صلہ میں اُن کے لئے چھُپا کر رکھّا گیا ہے ۱۷ تو بھلا کیا یہ کبھی ہو

[۱] مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان لانا بے کار ہوگا۔ مومن تو اصل وہ ہیں جو دنیا میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر، عقل سے کام لے کر، ایمان لائیں۔ حکم سجدہ اس لئے دیا گیا کہ ہم سجدہ کر کے اپنے ایمان لانے کا ثبوت دنیا میں فراہم کر دیں کہ ہم تو وہ ہیں جو تیری آیتوں سے متاثر ہو کر تیری بارگاہ میں سربسجود ہیں۔ (فصل الخطاب)

***

[۲] حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "اولین معنی میں یہ آیت حضرت علیؑ اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں ہے جو ان کی سیرت پر چلتے ہیں وہ اول رات سوتے ہیں اور جب دو تہائی رات یا جتنی خدا کو منظور ہو، جا چکتی ہے تو اٹھ کر اپنے رب کے حضور میں گڑگڑاتے ہیں۔ اس حالت میں کہ ان کو خدا کی رحمتوں کی امید بھی ہوتی ہے۔ اور اپنے گناہوں کے نتائج کا خوف بھی، خدا نے ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دی ہے اور ان کو اپنی جنت میں داخل کر لیا۔ ان کو ہر خوف سے امن دے دیا اور لوگوں کا خوف ان کے دلوں سے نکال دیا۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۶ بحوالہ علل الشرائع)

***

www.drhasanrizvi.org

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾
أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ
الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

سکتا ہے کہ جو "مومن" خدا و رسولؐ کو دِل سے
مانتا ہے، وہ اُس شخص جیسا ہو جائے جو 'فاسق'
بدکار یا بداعمال ہو؟ یہ دونوں (کبھی ہرگز) برابر
نہیں ہو سکتے[1] (یعنی نہ تو دُنیا میں اِن دونوں کی
زندگی کا انداز ایک جیسا ہو سکتا ہے اور نہ آخرت
میں خدا کا اِن دونوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک
ہو سکتا ہے) ﴿١٨﴾ اب جو لوگ خدا اور رسولؐ کو'
یا اَبدی حقیقتوں کو دِل سے مان کر ایمان لائے'
اور اَچھے نیک کام بھی کرتے رہے' اُن کے لئے
ہمیشہ رہنے کے آرام دِہ جنّتوں کے سرسبز و شاداب
گھنے باغات ہیں' وہ بھی بطور مہمانی[2] کے' اُن کے
اُن کاموں کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے ﴿١٩﴾
اَب رہے وہ جو بُرے کام کرنے والے 'فاسق' ہیں'

[1] امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "حضرت علیؑ اور ولید بن عقبہ میں بحث ہو گئی - ولید نے جاہلیت کے معیار کے مطابق کچھ باتوں پر فخر کیا - حضرت علیؑ نے جواب میں اسلامی معیار پیش فرمایا کہ اصل چیز ایمان اور عمل صالح ہے - حضرت علیؑ کی تصدیق میں یہ آیتیں اتریں - اس لئے یہاں مومن سے اولین مراد حضرت علیؑ ہیں اور فاسق سے اولین مراد ولید بن عقبہ ہیں - (تفسیر علی ابن ابراہیم)

***

[2] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ خدا نے مہمانی کا لفظ فرما کر اہل جنت کا مزید اعزاز و اکرام بتایا یعنی نعمتیں بھی ملیں گی اور عزت و اکرام بھی - ناقدری و بے وقعتی محتاجی کا کوئی گزر بھی نہ ہو گا - (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ
يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ
النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾
وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ
الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا

تو اُن کا ٹھکانا جہنّم کی بھڑکتی دَہکتی آگ ہے۔ وہ جب بھی اُس میں سے نِکل بھاگنا چاہیں گے، تو اُن کو دوبارہ اُسی میں پَلٹا کر دھکیل دیا جایا کرے گا۔ پھر اُن سے کہا جایا کرے گا کہ لو اَب چکّھو اُسی آگ کا مَزہ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ﴿۲۰﴾
نیز ہم اُنھیں اُس بڑی سزا "عذابِ اکبر" سے پہلے قریب کا چھوٹا عذابِ[1] (دُنیا) کا مَزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ شاید وہ اَپنے بُرے کاموں سے پَلٹ آئیں (یا) اَپنے بُرے کاموں سے باز آجائیں ﴿۲۱﴾ بھلا اُس سے زیادہ ظالم گُناہگار اور کون ہوگا جِسے اُس کے پالنے وَالے مالک کی باتوں یا آیتوں کے ذریعہ اُس کی بھلائیَ چاہتے ہوئے نصیحت کی جائے، مگر وہ اُن سے اَپنا مُنہ

[1] چھوٹے عذاب سے مراد زمانہ رجعت میں تلوار کا عذاب ہے (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "چھوٹے یا قریبی عذاب سے مراد قبر کا عذاب ہے" (تفسیر مجمع البیان)

قرآن نے دونوں عذابوں کی وہ خصوصیت بیان کی ہے جو خوف کے اثر کو بڑھانے والی ہے۔ دنیا کے عذاب کو قیامت کے عذاب کے مقابلے پر ہلکا تو کہا مگر قریب اتنا کہ بس آیا ہی سمجھو۔ رہا عذاب آخرت، جو آج نہیں تو کل آئے گا لیکن اس قدر شدید کہ اللہ کی پناہ۔ دنیا کے عذاب کو قریب سمجھو اور آخرت کے عذاب کو شدید سمجھو۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

بعض صوفیاء کے نزدیک دنیا کا قریبی عذاب حرص دنیوی ہے اور عذاب اکبر ایسی حرص کی سزا ہے۔ (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾
وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن
لِّقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٢٣﴾
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ
وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾

پھیر پھیر لے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایسے مجرم گناہگاروں سے ہم لازمی طور پر اِنتقام لے کر ہی رہیں گے[1] ﴿۲۲﴾ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم (اِس سے پہلے) موسیٰؑ کو بھی کتاب دے چُکے ہیں۔ لہٰذا اَب اُسی (جیسی) چیز کے مِلنے پر تمھیں کوئی شک نہ ہونا چاہیئے۔ اُس کِتاب کو بھی ہم ہی نے بنی اسرائیل کے لئے (ذریعۂ) ہدایت بنایا تھا[2] ﴿۲۳﴾ نیز یہ کہ اُن میں سے ہم[1] نے اِمام (یعنی) پیشوا، رہبر، نمونۂ عمل بنائے جو[2] ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے، جب کہ اُنھوں نے صبر[3] کیا اور ہماری[4] باتوں، دلیلوں اور آیتوں پر پُورا یقین کرتے تھے (کتاب کے فوراً بعد اِمام بنانے کا ذکر بتاتا ہے کہ ہدایت کے لئے کتاب کافی نہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ اِمام خدا

ع ۲ / ۱۱ / ۱۵

ل۱ جب خدا نے گناہگاروں سے انتقام لینے کا حتمی وعدہ فرما لیا ہے تو ظالموں، جابروں کا کیا حال ہوگا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۷)

***

ل۲ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ضمیر حضرت موسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور پیغمبرؐ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کو اس میں کوئی شک نہ ہونا چاہیئے کہ آپؐ شب معراج حضرت موسیٰؑ سے ملے تھے۔ (تبیان)

پھر بعد میں غیر معین تخاطب کا مطلب یہ ہے کہ اس ملاقات میں کسی کو شک نہ ہونا چاہیئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ (موضح القرآن)

***

www.drhasanrizvi.org

بناتا ہے، شوریٰ یا اجماع سے امام نہیں بنتا۔ اور
اِمام کا کام فتوحات یا حکومت کرنا نہیں ہوتا بلکہ
ہدایت کرنا ہوتا ہے، وہ بھی از خود نہیں، خدا کے
حکم و اجازت سے۔ اور اِمام اُس کو بنایا جاتا ہے
جو صبر[1] یعنی کمالِ عمل، اور یقین یعنی کمالِ علم پر
فائز ہو۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "میں شہرِ علم ہوں
اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے" الحدیث (۲۴) اور تمھارا
پالنے والا مالک لازمی طور پر قیامت کے دِن اُن
تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں بنی اسرائیل
کے لوگ ایک دُوسرے سے اِختلاف کیا کرتے تھے[2] (۲۵)
کیا یہ (تاریخی واقعات) اُن کی ہدایت کے لئے
کافی نہیں کہ ہم اُن کے پہلے کتنی نسلوں اور قوموں
کو ہلاک و برباد کرچکے ہیں، جن کے رہنے کے

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾
اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ
يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا

---

[1] حضرت امام حسینؑ سے روایت ہے کہ "کیونکہ علم خدا میں گزر چکا تھا کہ آلِ محمدؐ پر جو مصیبتیں پڑیں گی، وہ ان پر صبر کریں گے، اسی لئے خدا نے ان کو امام مقرر فرمایا" (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۷ بحوالہ تفسیر قمی)

میر انیس نے امام حسینؑ کے صبح عاشور کے خطبہ کو یوں نظم فرمایا۔

ہاں نمازیوں یہ دن ہے جدال و قتال کا
ہاں آج خوں بہے گا محمدؐ کی آل کا

چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہراؑ کے لال کا
گزری شب فراق، دن آیا وصال کا

ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

***

[2] قیامت کے روز فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ ہے ورنہ دلائل و شواہد کے لحاظ سے تو فیصلہ ہو ہی چکا ہے۔ قیامت میں بس عملی فیصلہ ہوگا۔ اس طرح کہ مومن جنت میں بھیج دیئے جائیں گے اور کافر جہنم میں۔

***

www.drhasanrizvi.org

یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾
اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ
فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ
اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾
وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾

مکانوں میں (آج) یہ چلتے پھرتے ہیں۔ اِس میں صاف اور بڑی دلیلیں، حقیقتیں اور نشانیاں ہیں۔ تو کیا وہ سُنتے نہیں ہیں؟ ﴿۲۶﴾

اور کیا اُنھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ایک بنجر خشک زمین تک پانی کو (بہا یا اُڑا کر) لے جاتے ہیں اور پھر اُسی زمین سے ایسی فصل اُگاتے ہیں جِس سے اُن کے جانور بھی غذا حاصل کرتے ہیں اور وہ خود بھی (اُسی سے) کھاتے ہیں؟ کیا وہ دیکھتے سمجھتے نہیں؟ (یا) کیا اُنھیں کچھ بھی نہیں سُوجھتا؟ ﴿۲۷﴾

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ آخر یہ فتح کب ہوگی؟ (یا) یہ فیصلہ کب ہوگا؟[لے] اگر تم سچّے ہو ﴿۲۸﴾ اُن سے کہہ دیجئے کہ اِس فتح یا فیصلے کے

[لے] ہماری روایات کے اعتبار سے یہ آیت رجعت سے متعلق ہے۔ یہ سوال وجواب اسی سلسلے میں ہے (تفسیر علی ابن ابراہیم)
دوسری تفسیر یہ ہے کہ فتح کے دن سے مراد قیامت ہے (جلالین)
بعض نے خدا کے عذاب اترنے سے مراد لیا ہے (جلالین)۔ صرف وہی ایمان نفع دے گا جو اس دنیا میں لایا گیا۔ وہ بھی اختیاراً فہم و فراست کے ساتھ ۔ ورنہ قیامت میں جب تمام حقیقتیں عیاں ہو کر ظاہر ہو چکی ہوں گی تو بڑے سے بڑا ضدی کافر بھی ایمان لانے پر مجبور ہوگا۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

دن اِیمان لانا اُن لوگوں کو کوئی فائدہ نہ دے گا
جنھوں نے خدا و رسولؐ کا اِنکار کیا (کیونکہ) اُس
وقت اُن کو کوئی مہلت نہ دی جائے گی (۲۹)
اُن سے (اُن کے حال پر چھوڑ کر) بے اِعتنائی برتئے
اور اِنتظار کیجئے، حقیقتاً وہ بھی اِنتظار ہی
کر رہے ہیں[۱] (۳۰) ع

ع ۸ ۳ ۱۶

آیات ۷۳ سورۂ احزاب مدنی رکوعات ۹

(تمام پارٹیوں والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے
اَے نبیؐ! اللہ کی ناراضگی سے بچتے رہئے اور
کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے[۲] حقیقت

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۲۹
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝۳۰

اٰيَاتُهَا (۳۳) سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

---

[۱] محققین نے لکھا کہ جو لوگ عارفین اور سالکین کے کمالات کے منکر ہوں، ان کا مذاق اڑاتے ہوں، اور حقائق کو سمجھنے کے لئے تیار بھی نہ ہوں، تو ان سے علیحدگی اختیار کرلے کہ حقیقتاً وہ معذب ہیں — اس لئے ان سے دوری میں خیریت ہے — (تھانوی)۔

[۲] اصطلاح قرآن میں کافرین یعنی حق کے کھلے ہوئے منکر اور منافقین سے مراد حق کے چھپے ہوئے منکر — صرف ظاہر کرنے اور چھپانے کا فرق ہے ورنہ عقائد میں کافر اور منافق یکساں بھی ہیں اور ہم سطح بھی —

***

www.drhasanrizvi.org

میں ہر چیز کا جاننے والا اور گہری مصلحتوں کے
مطابق بالکل ٹھیک کام کرنے والا تو خدا
ہے ① (اس لئے) آپ تو اُس خدائی پیغام
کی پیروی کیجئے جو آپؐ کے پالنے والے مالک کی
طرف سے آپؐ کو 'وحی' کیا جاتا ہے۔ حقیقتًا اللہ
اُس سے اَچھی طرح واقف ہے جو تم کرتے ہو[1] ②
اور آپؐ اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے (کیونکہ) اللہ
تمام کاموں کو بنانے کے لئے بہت کافی ہے ③
اللہ نے کِسی آدمی کو اُس کے سینے میں دُو[2]
دل نہیں دئے (یعنی ایک آدمی بیک وقت مومن
منافق' یا سچّا جھُوٹا' نیک یا بُرا نہیں ہو سکتا۔
یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک دِل سے تو خدا کو
بھی مانے اور دُوسرے دل سے خدا کو نہ مانے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ①
وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ②
وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③
مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ

[1] آیت کا شانِ نزول شیخ الطائفہ نے لکھا کہ بعض اصحاب جو صلح حدیبیہ کے خلاف تھے رسولؐ پر زور دے رہے تھے کہ جو لوگ رسولؐ سے گفتگو کے لئے آتے ہیں، ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ آپ وحی کی پیروی کریں۔ غلط مشوروں کی پیروی نہ کریں۔ (مجمع البیان)
محققین نے نتیجہ نکالا کہ حکم خدا کے خلاف کسی مشورے پر عمل کرنا جائز نہیں
عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ کامل کسی حال میں بھی ایسے مقام پر نہیں پہنچ سکتا کہ تکلیفات شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں۔ (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④

یا کِسی دُوسرے خدا کو خدا مانے۔ ایک وقت میں خدا سے خلُوص رکھّے اور ساتھ دُوسرے دل سے خدا سے بے خوف اور بے پرواہ رہے، خدا والوں سے محبّت بھی کرے اور اُن کے دُشمنوں کا بھی دوست ہو۔[1] یہ ہرگز نہیں ہوسکتا) خدا نے تم لوگوں کی اُن بیویوں کو جن سے تم لڑتے جھگڑتے ہوئے "ظہار" کر دو (یعنی) اُن کو اپنی ماں کہہ دو تو ہم نے اُن بیویوں کو تمھاری ماں نہیں بنا دیا ہے۔ اور نہ ہی تمھارے مُنہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ سب تو وہ باتیں ہیں جو تم اَپنے مُنہ سے (بغیر سوچے سمجھے) کہہ دیا کرتے ہو۔ مگر اللہ بالکل سچّی صحیح اور حق بات کہتا ہے، اور وہی سیدھے

[1] ایک سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ انسان خدا یا خدا والوں سے محبت کرے اور ساتھ ساتھ خدا کے دشمن یا خدا والوں کے دشمنوں سے بھی محبت کرے۔ (مجمع البیان بحوالہ قول امام محمد باقرؑ)

پچھلی آیتوں سے اس کا تعلق یہ ہے کہ یہ بات خلاف فطرت ہے کہ انسان کسی اور کی اولاد ہو اور محبت کسی دوسرے سے کرے۔ اسی لئے دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دینا غلط ہے۔

غرض ایک سینے میں دو دل ہونا ایک تمثیلی بیان ہے اس حقیقت کے بیان کا کہ انسان ایک وقت میں دو متضاد چیزوں سے محبت نہیں کر سکتا۔ دوسرے کی اولاد سے ویسی ہی محبت کرے جیسی محبت اپنے سگے بیٹے سے ہوتی ہے۔ خدا سے بھی محبت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

صحیح راستے اور طریقے کی ہدایت بھی کرتا ہے ④ مُنہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی طرف نسبت دے کر پُکارا کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک اور مُنصفانہ ہے۔ اَب اگر تمھیں یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں، تو آخر وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست تو ہیں۔ البتّہ تم پر کوئی گناہ نہیں، اُس میں جو تم نے غلطی سے کہہ دیا ہو۔ لیکن جو بات تمھارے دِلوں نے اِرادتاً "جان بُوجھ کر" کہی ہوگی (اُس پر تمھاری پکڑ دھکڑ ضرور ہوگی) (ورنہ) اللہ تو بڑا معاف کرنے والا بھی ہے اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی ⑤

پیغمبرؐ مومنین پر خود اُن سے زیادہ، اُن پر اختیار رکھتے ہیں[1]، اور نبیؐ کی بیویاں مومنین

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کرے اور جھوٹے خداؤں سے بھی محبت کرے۔ خدا والوں سے بھی محبت کرے اور اولیاء خدا کے دشمنوں سے بھی محبت کرے یہ متضاد کام نہیں ہو سکتے۔

صوفیہ نے نتیجہ نکالا کہ انسان کا نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ یہاں کوئی اناٹومی کا مسئلہ بیان نہیں ہو رہا۔ حقیقت کو مجاز کے طور پر تمثیلی پیرایہ میں بیان کیا جا رہا ہے۔ اب اگر کسی کے سینے میں واقعتاً دو دل نکل آئیں تو یہ آیت کے خلاف نہ ہوگا۔

***

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ اس آیت نے بتایا کہ نبی کا امت سے کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ انسان خود اپنا دشمن یا بدخواہ تو شاید ہو بھی سکتا ہے لیکن رسولؐ خود ہمارے نفس سے بھی زیادہ ہم سے محبت کرنے والے ہیں اس لئے ان سے کبھی بدخواہی کا کوئی امکان تک پیدا نہیں ہوتا (بیضاوی)۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

کی مائیں ہیں۔ اور کتاب و قانونِ خدا کے اعتبار سے مومنین و مہاجرین کے رشتہ دار ایک دُوسرے کی وراثت کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تم اَپنے دوستوں کے ساتھ کچھ (دے کر) بھلائی کرنا چاہو، تو کر سکتے ہو۔[1] یہ حُکم خدا کی کتاب میں لِکھا ہوا ہے (۶)

اور جب ہم نے سَب پیغمبروںؑ سے عہد و پیمان لیا، تمؐ سے بھی اور نوحؑ، اِبراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ سے بھی، غرض اُن سَب سے مضبُوط عہد لیا (۷) تاکہ (خدا) سچّے لوگوں سے اُن کی سچّائی کے متعلّق سوال کرے۔ اور خدا نے (اس بات کا) اِنکار کرنے والے کافروں کے لئے بڑی سخت تکلیف دینے والی سزا بالکل تیّار کر

أُمَّهَٰتُهُمْ ۗ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦﴾

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٧﴾

لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

(۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کو مومنین کے تمام معاملات میں ان کی ذات سے بھی زیادہ تصرف کرنے کا حق ہے۔ (۳) رسولؐ ان چیزوں کا حکم دے سکتا ہے کہ جن چیزوں کو ان کے لئے پسند کرتا ہے۔ کیونکہ اسی میں مومنین کے لئے خیر و خوبی ہے۔ (۴) اسی لئے مومنین پر واجب ہے کہ رسولؐ سے محبت کریں اور اپنے نفس سے زیادہ رسولؐ کے حکم کو مانیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۸)

***

[1] خدا کا فرمانا کہ "یہ اور بات ہے کہ اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ حسن سلوک کرو" کا مطلب یہ ہے کہ میراث تو قرابتداروں ہی کو ملے گی۔ اب رہے ذاتی تعلقات تو اپنی کل مالیت سے تہائی حصہ کی حد تک وصیت یا تحفہ کے ذریعے دے کر ان کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ (القرآن المبین)

***

www.drhasanrizvi.org

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸ ع ۸ ۱۷

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ
تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹
اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ
زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ
بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰

رکھی ہے ۝۸ ع

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو اللہ کے احسان کو، جو اُس نے تم پر کیا ہے، جب کئی کئی فوجیں اور گروہ کے گروہ تم پر چڑھ آئے، تو ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھی (بھیج دیں) جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔ حالانکہ (اُس وقت) تم جو کچھ کر رہے تھے اللہ اُسے خوب اچھی طرح سے دیکھ رہا تھا ۝۹ ۱ جب وہ اُوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے تھے اور جب خوف کے مارے (تمھاری) آنکھیں تک پتھرا گئی تھیں اور کلیجے مُنہ کو آگئے تھے (یا) دِل کھنچ کر گلوں تک آگئے تھے، اور تم اللہ تک کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے

---

۱ سن ۵ ہجری میں نبی اسلام کے مخالفین نے ایکا کر کے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اور شہر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ تاریخ میں اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ چار ہزار تو صرف قریش کا لشکر تھا۔ کل لشکر دس ہزار سے زیادہ تھا۔ بعض نے ۱۵ ہزار لکھا ہے۔ دشمنوں کا افسر اعلیٰ ابو سفیان تھا۔ عرب میں اتنی بڑی فوج کشی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے حضور اکرمؐ کو مشورہ دیا کہ لشکر کے گرد خندق کھودی جائے۔ غرض ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی گئی۔ تاکہ یکایک حملہ نہ ہو سکے۔ اسی لئے اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ آخر کار دشمن کا نامی گرامی سب سے بڑا پہلوان عمرو ابن عبدود خندق پھاند کر آیا اور رسولؐ کے خیمہ پر نیزہ پھینک کر نکلنے کو کہا۔ حضورؐ نے سارے مسلمانوں سے پوچھا کہ اس کتے کے مقابلے کے لئے کون جائے گا؟ کسی کو ہمت نہ ہوئی بار بار علی مرتضیٰؑ نے خود کو پیش فرمایا۔ آخر کار حضورؐ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

لگے تھے ⑩ اُس وقت اِیمان لانے والے خُوب
خُوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہِلا ہِلا دیئے
گئے ⑪ اور جب منافق لوگ اور جن کے دِلوں
میں بیماری تھی، یہ تک کہنے لگے تھے کہ "اللہ اور
رسولؐ نے ہم سے جو (فتح و نصرت کے) وعدے
کئے تھے، وہ سَب دھوکے کے سِوا کچھ نہ تھے" ⑫
اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے تو (یہاں
تک) کہہ دیا کہ: "اَے مدینے کے رہنے والو!
اَب تمھارے لیے (یہاں میدانِ جنگ میں) ٹھہرنے
کا کوئی موقع نہیں رہا۔ تم واپس (شہر) چلو"۔ جبکہ
(عین اُسی وقت) اُن میں کی ایک جماعت یہ
کہہ کر نبیؐ سے (واپس جانے کی) اِجازت مانگ
رہی تھی کہ "ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں[1]"۔ جب کہ وہ

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾
وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾
وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ
لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ
يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِنْ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

نے علیؑ کو یہ کہہ کر مقابلے کے لئے بھیجا کہ "آج کُل ایمان کُل کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے" اسی جنگ میں حضرت علیؑ کا سر بھی زخمی ہوا - لیکن بالآخر دشمن کو علیؑ نے قتل کیا اور اس کا سر لے کر آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ "خندق کے دن علیؑ کی ایک ضربت تمام جن و انس کی عبادت سے افضل ہے -" (الحدیث)

اس مقابلے کے بعد دشمن کی فوج بددل ہو گئی - اچانک طوفان اس قدر تیز آیا کہ خیمے اکھڑ گئے - نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لشکری ایک ایک کر کے میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور جنگ فتح پر ختم ہوئی - (متفق علیہ تاریخ)

***

[1] گھروں کے غیر محفوظ ہونے کے معنی ہیں کہ ہمارے گھروں میں چوروں کی آمد و رفت ہے - اور دشمن بھی وہاں گھس سکتے ہیں (لغات القرآن نعمانی جلد ۴ صفحہ ۳۷۲)

***

www.drhasanrizvi.org

يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ⑬
وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا
الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ⑭
وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ
وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ⑮
قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ
الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ⑯

ذرا بھی غیر محفوظ نہ تھے۔ وہ لوگ تو صرف (میدانِ جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے ⑬ اگر شہر کے چاروں طرف سے دُشمن گھس آئے ہوتے، اور اُس وقت اُنھیں فتنہ برپا کرنے کے لئے بُلایا جاتا، تو یہ ایسا ہی کر گزُرتے اور فتنہ برپا کرنے میں ذرا توقّف یا تامّل نہ کرتے[1] ⑭ حالانکہ ان لوگوں نے اِس سے پہلے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھرائیں گے۔ اور اللہ سے جو عہد بھی کیا جاتا ہے اُسے (ضرور) پُوچھا جائے گا[2] ⑮ آپؐ کہہ دیجئے کہ تمھیں موت یا قتل سے بھاگنے سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ (کیونکہ) بھاگنے کے بعد زندگی کے مزے لُوٹنے کا تمھیں بہت ہی تھوڑا سا موقع مِل سکے گا ⑯ اُن سے پُوچھو کہ کون ہے جو تمھیں اللہ

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر کافروں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو جائے اور وہ منافقوں سے کہتے کہ آؤ ہم اور تم مل کر مسلمانوں سے لڑیں، تو یہ لوگ فوراً مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آجائیں گے۔ اور لوٹ مار شروع کر دیں گے پھر ان کو اس بات کا ذرا بھی خیال نہ آئے گا کہ ہمارے گھروں کی حفاظت کون کرے گا۔ یہ منافقوں کی انتہائی مذمت کے طور پر بیان ہو رہا ہے۔ (ابن کثیر۔ روح)

* * *

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ تاریخ بڑی بے رحم ہوتی ہے کسی شخصیت کا لحاظ نہیں کرتی اس آیت کے آئینے میں بہت سے از خود بنائے ہوئے اصول کہ تمام لوگ جو رسول کے ساتھ ساتھ عادل اور مرتبے میں برابر تھے، ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ یہ اصول کہ رسولؐ کے زمانے کے سب لوگ بہت افضل تھے، نمک کی طرح پانی میں گھل جاتا ہے۔ ساری بے جا عقیدتیں خاک میں مل جاتی ہیں۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ
سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ⑰
قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىِٕلِیْنَ
لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا
قَلِیْلًا ⑱
اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ
یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی

سے بچا سکتا ہے، اگر خدا ہی تمھیں نقصان پہنچانا چاہے؟ اور کون خدا کی رحمت کو تم سے روک سکتا ہے، اگر وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے؟ اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر کوئی دوست حمایتی یا مددگار نہیں پائیں گے[1] (۱۷)

اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (لوگوں کو جہاد سے) روکتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے یہ کہتے ہیں کہ "ہماری طرف آؤ"۔ وہ جنگ کے لئے نہیں آتے مگر بہت ہی کم (۱۸) (کیونکہ وہ تمھارا ساتھ دینے میں بڑے کنجوس ہیں[2]۔ اور اگر خوف کا موقع آجائے تو تم اُنھیں دیکھو گے کہ وہ تمھیں (ڈر کے مارے) آنکھیں گھما گھما کر دیکھ رہے ہیں، جیسے مَرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو۔ اور

---

[1] محققین نے لکھا قرآن کریم کا یہ عام حکیمانہ انداز تعلیم ہے کہ وہ واقعات کو بیان کرتے کرتے اخلاق اور شریعت کے اصول سکھاتا جاتا ہے۔ مثلاً گذشتہ آیات میں تعلیم دی گئی کہ (۱) جو عہد کیا جاتا ہے اس کے بارے میں سوال ہوگا (۲) بھاگنا کام نہ آئے گا۔ (۳) اگر اللہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ کے سوا تمھیں کوئی بچا نہیں سکتا۔ (۴) اسی طرح بعد میں یہ بھی کہا جائے گا کہ "تمھارے لئے رسول خدا کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔ (وغیرہ وغیرہ)

***

[2] کنجوسی کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمھاری مدد کرنے میں کنجوسی کرتے ہوئے اپنی جان مال بچا کر بھاگتے ہیں۔ اور پھر دولت کو ہاتھ سے دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یعنی یہی کوشش رہتی ہے کہ مال غنیمت سے زیادہ سے زیادہ حصہ پائیں

یہ منافقوں کا کردار ہے۔ مومن کا کردار تو بقول اقبال یہ ہے کہ:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

***

www.drhasanrizvi.org

عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ
بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ
يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى
اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾
يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ
يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ
أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ ع ۲ / ۱۸

جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہی لوگ مالِ غنیمت
کے فائدوں کے حریص بن کر قینچی کی طرح تیز
چلتی ہوئی زبانوں کے ساتھ (طعنے دیتے اور باتیں بناتے)
تم سے مُلاقات کو آجائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو
ہرگز اِیمان نہیں لاتے۔ اِسی لئے اللہ نے اُن کے
تمام اعمال برباد یا اکارت کر دئے۔ اور ایسا کرنا
اللہ کے لئے بہت آسان ہے ﴿۱۹﴾ یہ سمجھ رہے ہیں کہ (حملہ
کرنے والی) فوجیں ابھی گئی نہیں ہیں۔ اگر وہ فوجیں
پھر آپڑیں تو وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم صحرائی
عربوں کے ساتھ جنگلوں میں رہتے ہوتے' اور
وہیں سے تمھاری خبریں معلوم کرتے ہوتے۔ اور
اگر وہ تم میں ہوتے تو بھی صرف برائے نام ہی جنگ
ع ۲ / ۱۲ / ۱۸ میں حصہ لیتے (یعنی تمھارے کسی کام نہ آتے)[1] ﴿۲۰﴾ ع

[1] منافقوں کا نقشہ اتنا حسین اور حقیقی ہے کہ اس سے بہتر انکا نقشہ کھینچا ہی نہیں جا سکتا صرف ان کی بزدلی کے عالم ہی کا بیان کتنا موثر ہے کہ فوجیں چلی بھی گئیں اور یہ اب تک ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں۔ پھر ان کی قینچیوں کی طرح چلتی زبانوں کا حال، مالِ غنیمت پر حرص اور منہ میں پانی آنے کا بیان، ان کی حقیقت کو کتنا واضح کرنے والا ہے۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

حقیقت میں تمہارے لئے خدا کے رسولؐ کی ذات میں ایک بہترین نمونۂ (زندگی) پیروی کے لئے موجود ہے، ہر اُس شخص کے لئے جو خدا اور روزِ آخرت کی اُمید رکھتا ہو (یا) خدا اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد رکھتا ہو[1] (۲۱)

(اِس لئے) جب خاص اور سچّے اِیمان والوں نے اُن فوجوں کو (آتے) دیکھا تو اُنھوں نے کہا: "یہ تو وہی مَوقع (اِمتحان) ہے جس کا اللہ اور اُس کے رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا" اور اللہ اور اُس کے رسولؐ نے بالکل سَچ کہا تھا"۔ اِس واقعہ نے اُن کے اِیمان اور تسلیم (یعنی) اِطاعت اور فرمانبرداری (کے جذبہ) کو اور بڑھا دیا (۲۲) اِیمان لانے والوں میں اَیسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کئے ہوئے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ
يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾
وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ
إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾

---

[1] یہ مطلب بھی ہے کہ آخر تم مصیبتوں سے بے تاب کیوں ہو جاتے ہو۔ رسولؑ کو دیکھو ایسے کڑے حالات میں صبر و تحمل کا مجسمہ بنے ہوئے ہیں۔ اور پورے سکون و اطمینان کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ (جلالین۔ مجمع البیان)

مصائب اور دشواریوں کے سلسلے میں علامہ اقبال نے خوب کہا۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

محققین نے نتیجہ نکالا کہ رسولؑ کی زندگی اس قدر جامع ہے کہ انؑ کی انفرادی، اجتماعی، گھریلو اور معاشرتی زندگی کے ہر پہلو میں ہدایت کا سامان ہے۔

فقہا نے نتیجہ نکالا کہ زندگی کے سارے معاملات میں رسول اکرمؑ کی پیروی کرنی ضروری ہے (قرطبی)

***

www.drhasanrizvi.org

عہد و پیمان کو سچ کر دِکھایا۔ اُن میں سے کچھ
نے تو اَپنا وقت اور وعدہ پُورا کر لیا اور کچھ
اَپنے وقت کے آنے کا اِنتظار کر رہے ہیں۔ؔ (غرض
اُنھوں نے اَپنے رَوِیّے یا طرزِ فکر و عمل میں کوئی تبدیلی
نہیں کی ﴿۲۳﴾ (اور یہ سب کچھ اِس لئے ہوا) تاکہ
اللہ سچّوں کو اُن کی سچّائی کی جزا دے اور
مُنافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے تو
اُن کی توبہ قبول کرلے۔ بے شک اللہ بے حد
معاف کرنے والا اور بے حد مُسلسل رحم کرنے
والا ہے ﴿۲۴﴾
اور اللہ نے حق کے دُشمن کافروں کو غم و غصّہ
کے ساتھ پَلٹا کر اُن کا مُنہ پھیر دیا اور وہ کوئی
فائدہ حاصل کئے بغیر، اَپنے دِل کی جَلن لئے،

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾
لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾
وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ

لـه۔ جنھوں نے اپنا وقت پورا کیا، یعنی شہید ہوگئے اور "کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں" یعنی شوقِ شہادت رکھتے ہوئے شہادت کے منتظر ہیں۔ پہلے جملے سے خصوصی مراد حضرت جعفرؑ اور حضرت حمزہؑ ہیں اور دوسرے فقرے سے اولین مراد حضرت علیؑ ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے۔ خدا کی قسم وہ منتظر میں ہوں۔ اور میں نے جو وعدہ خدا سے کیا تھا، اس میں کوئی تبدیلی بالکل نہیں کی"۔ (تفسیر مجمع البیان)

میدانِ کربلا میں امام حسینؑ اپنے جس ساتھی کو لڑنے کی اجازت عطا فرماتے اور وہ سلام کر کے رخصت ہوتا تو آپ اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ (المناقب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا

یُونہی پلٹ گئے۔ اور اللہ نے (علیؑ کے ذریعہ) مومنین کی جماعت کو جنگ کی زحمت سے بچا لیا۔ (یا) مومنین کی طرف سے اللہ ہی (علیؑ کے ذریعہ) لڑنے کے لئے کافی ہو گیا[ے] اللہ بڑی طاقت والا، زبردست، اور بڑی عزّت والا ہے (۲۵) پھر اللہ اُن اہلِ کتاب میں سے جنھوں نے اُن کافروں یا حق کے مُنکروں کی مدد کی تھی، اُن کو اُن کے قلعوں سے اُتار لایا، اور اُن کے دلوں میں خدا نے (تمھارا) ایسا رُعب ڈال دیا کہ آج اُن میں سے ایک گروہ کو تو تم قتل کر رہے ہو، اور دُوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو (۲۶) اور تم کو اُن کی زمین، اُن کے گھروں اور اُن کے مال و دولت کا وارث و مالک بنا دیا، اور وہ زمین بھی تمھیں دے دی جسے تم نے چل پھر کر فتح بھی

[ے] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جنگ احزاب میں خدا مومنین کے لئے کافی ہوا، حضرت علیؑ کے ذریعے سے۔ حضرت علیؑ نے عرب کے نامور سردار عمرو ابن عبدود کو قتل کیا۔ جس سے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کو شکست اٹھانی پڑی" (تفسیر صافی صفحہ ۴۰۴ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

اس لئے مقام تاویل میں اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفی اللہ المومنین القتال بعلی۔ یعنی اللہ نے علیؑ کے ذریعے سے تمام مسلمانوں کو جنگ کی زحمت سے بچا لیا۔ ابن مسعود کی یہی قرأت تھی۔ اور یہی ان کے مصحف میں لکھا ہے۔ (تبیان)

اور یہی بات اہل بیتؑ سے مروی ہے (مجمع البیان)

***

نہیں کیا تھا۔ (غرض) اللہ ہر چیز پر پُوری پُوری قدرت رکھتا ہے ۝۲۷ ع

ع ۳/۷ 19

اَے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ "اگر تم مالِ دُنیا اور اُس کی زینت، سجاوٹ بناوٹ ہی چاہتی ہو، تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دِلا کر اَچھّے طریقے سے رُخصت کر دوں[1] ۝۲۸ اور ہاں، اگر تم اللہ اور اُس کے رسولؐ اور آخرت کی طلب گار ہو، تو جان لو کہ جو تم میں سے اَچھّے کام کرتی رہیں گی، اُن کے لئے اللہ نے بڑا اجر و ثواب تیّار کر رکھّا ہے" ۝۲۹

اَے نبیؐ کی بیویو! جو کوئی تم میں سے کُھل کر صریح فحش گندی بے ہُودہ حرکت کرے گی، اُسے دُہری سزا دی جائے گی، اور یہ بات اللہ کے لئے بہت آسان ہے[2] ۝۳۰

ع ۱۹ لَمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۷

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ
سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ
فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹
يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى
اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

---

[1] یہ آیت "آیۂ تخییر" کہلاتی ہے۔ اس میں ازواج نبیؐ کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ دنیا کا مال اور آسودگی چاہتی ہیں تو رسولؐ ان کو مال دے کر رخصت کر دیں گے۔ اور اگر وہ آخرت چاہتی ہیں تو رسولؐ کا ساتھ دے سکتی ہیں۔

قصہ یہ ہے کہ فتوحات اور ترقی کی وجہ سے اصحاب رسولؐ تو آسودہ ہوتے جا رہے تھے۔ مگر رسولؐ کے گھر میں فقر و فاقہ تھا۔ اس لئے ازواج نے مطالبات کئے تو حضور اکرم نے قسم کھائی کہ ایک مہینے گھر میں نہ جائیں گے ایک مہینے کے بعد یہ آیت اتری تو گھر تشریف لائے اور ازواج کو جانے کا اختیار دے دیا مگر سب نے رسول کا ساتھ دینا منظور فرمایا۔ (تفسیر مجمع البیان)

* * *

[2] سادات بنی فاطمہؑ کو اس آیت سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ رسولؐ سے رشتہ کی ذمہ داری اتنی کڑی ہے کہ سزا میں اضافہ ہو جاتا ہے، تو نسبی رشتہ سے یہ ذمہ داری کتنی بڑھ جائے گی۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

محمد اقبال حسینی عفی عنہ
ڈسپیچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر اکیس کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے
اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اسکے متن میں کوئی غلطی نہیں ہے اور زیر، زبر
پیش، جزم وغیرہ درست ہیں۔
دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، مد وغیرہ ٹوٹ جائے
تو اسکی کوئی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

([illegible] ارشد [illegible])
منظور شدہ پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.org

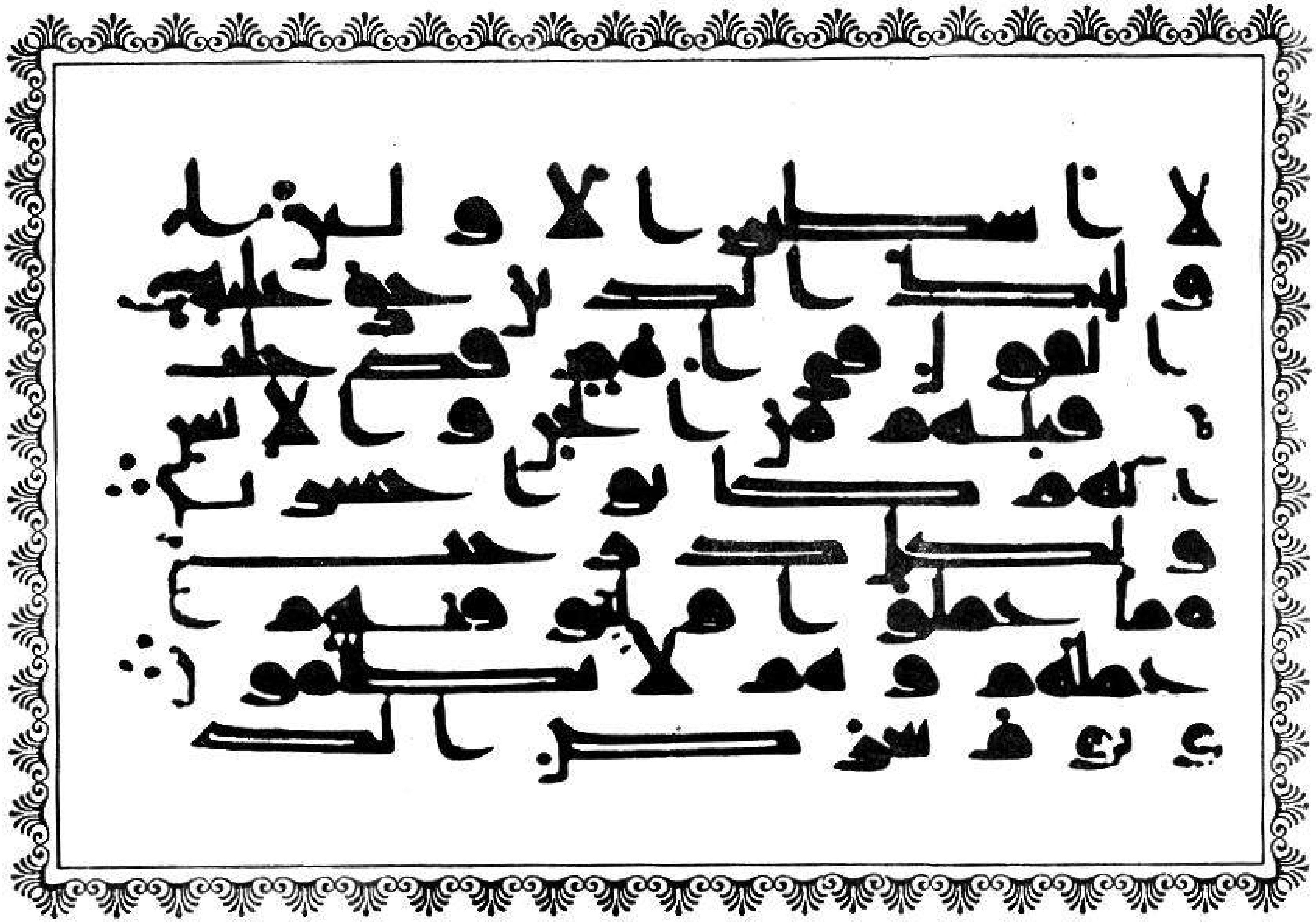

حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کا ایک ورق

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○ ......''اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○ ......''یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں''

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○ ......''تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی''

(الحدیث)

○ ......''عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔''

(الحدیث)

○ ......''ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے''

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13